THE CRUCIFIXION.
(IN VERSE).

ذکرِ مصلوبؑ

(مسدّس)

منظومہ

منشی کیدار ناتھ صاحب منّت سکینہ گھنراجپوری

جسکو

الیف۔ ایم۔ نجم الدین اختر

نے

کلیسیائے ہند کے فائدہ کے لئے "انور منزل" سانڈھا روڈ لاہور

سے شائع کیا۔

۱۹۲۸ سنہ

باراول

۴/

نذر

مَیں اِس ولولہ انگیز اور ہنگامہ خیز نظم کو پنجابی کلیسیا کے
شاعرِ بے نظیر و ناثرِ دلپذیر
مولوی نصیر الدین صاحب نصیرؔ دکرنالوی، مرحوم
کی مقدّس یادگار میں
کلیسیائے ہند کی نذر کرتا ہوُں۔

اخترؔ

ذکرِ مصلوب

از

منشی کیدار ناتھ منتؔ سکسینہ گھنراجپوری

دیباچہ

ان صفحات میں ہم ناظرین کی ادبی ضیافت اور روحانی سرور کے لیے خداوند مسیح کی مصلوبیت کا دردناک بیان نظم کے پیرایہ میں پیش کرتے ہیں۔ جو منشی کیدار ناتھ منت کی محنتِ شاقہ کا نتیجہ ہے۔ ہم جنابِ منت کے بیحد مرہونِ منت ہیں کہ انہوں نے یہ گرانقدر خدمت انجام دی۔ تاریخی واقعات کو نظم کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ لیکن اس مشکل مرحلہ کو جس خوش اسلوبی سے منشی صاحب موصوف نے طے کیا ہے۔ اس سے ان کی قادر الکلامی اور شاعرانہ قابلیت کے ساتھ اُس عشق کا پتہ چلتا ہے جو اُنہیں حضور مسیح کے ساتھ ہے۔

نظم بہت ہی پاکیزہ ہے بعض بند تو ایسے ہیں کہ انسان سنتا ہے اور سر دھنتا ہے۔ پھر سنتا اور سر دھنتا ہے اور روحانی کیف میں ازخود رفتہ ہو جاتا ہے حضرت منت ایک کہنہ مشق شاعر ہیں اور وہ ہرگز کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ میری دانست میں یہ نظم اُن کا "شاہکار" ہے۔ بندشیں چست۔ ترکیبیں درست اور کلام میں آمد اور روانی۔ گویا دریائے سخن ہے کہ بہتا چلا جاتا ہے اور دوسروں کو اپنے ساتھ بہائے لئے جاتا ہے۔ ستم ہے جو مسیحی اس کی قدر نہ کریں اور غضب ہے اگر اب بھی وہ داد نہ دیں۔

دوستو! اِن جواہراتِ ادبی کی قدر کرو۔ اور اِنہیں اپنا حرزِ جان بناؤ۔ ترنم میں پڑھو اور لَے میں گاؤ۔ خود سنو اَوروں کو سناؤ۔ اور اس کی وجدانی لہروں میں ڈوب جاؤ۔ کھو جاؤ۔ مٹ جاؤ۔ محو ہو جاؤ۔

خواجہ

خداوند کی توریت کامل ہے کہ دل کی پھیرنے والی ہے۔

زبور ۱۹ : ۷

ذکرِ مصلوب

مُسدّس ۳

شہر میں غُل ہے سحر سے کہ سواری آئی
دیکھ لو دیدۂ تر سے کہ سواری آئی
ہٹ چلو راہ گُذر سے کہ سواری آئی
کہدو ہر فرد بشر سے کہ سواری آئی
ابنِ داؤد خداوند کے نام آتا ہے
اُس کو ہوشعنا ہو برکت کا پیام آتا ہے

دیکھ اے دیدۂ مُشتاق ذرا زیرِ فلک
کھول کر آنکھ سواری کی یہ تزک اور بھڑک
نوجواں ہیں یہ جلو میں کہ پریزاد ملک
نور ہی نُور سماں ہے گھِر آتا یہ چمک
بنتِ صیہون شہنشاہ ترا آتا ہے
خاکساری سے ہوا خواہ ترا آتا ہے

۳ ڈالیاں سبز کھجوروں کی ہیں ہاتھوں میں علم — ہے نرالی لچک اُن کی عجب انداز کا خم
موج پر اُن کی جھکے جاتے ہیں تسلیم کو ہم — پتیاں مل کے بنا لیتی ہیں باہم پرچم
پیشوائی کے لئے آئے بشر فوج کی فوج — نذریں دیتے ہوئے آتے ہیں نظر فوج کی فوج

۴ عقبِ شاہِ دو عالم ہے رواں جمِ غفیر — نوجوانوں سے بڑھا جاتے ہیں شوق میں پیر
مست صہبائے تقدم ہیں صغیر اور کبیر — ہے فقیروں کی تمنا کہ اسیرِ رہِ حق ہوں امیر
دسترس کی ہے ہوس بڑھ کے قدم لے آگے — جان گھٹتی ہے رسائی سے کہ دم لے آگے

۵ راہ پر ہے شجرِ سبز کی شاخوں کی بہار — پھول پتی کی ہے یا فرش پہ مخمل کے ابھار
یا بچھی ہے ہرے دھانوں کی یہ پودوں کی قطار — اِس پہ فیروزہ تصدق ہے زمرد ہے نثار
سبز رنگے بہ خطِ سبز مسیحائے من است — اِیں رہِ آمدِ محبوبِ دل آرائے من است

۶ خیر مقدم کے لئے جوشِ مسرت میں بشر — دیکھو جامہ سے ہوئے جاتے ہیں کیسے باہر
اپنی پوشاک بچھاتے ہیں بنا کر چادر — گرد آلود سواری کا قدم ہو نہ مگر
لوگ جھک جھک کے جو تسلیم بجا لاتے ہیں — زیرِ پا فرش کی مانند بچھے جاتے ہیں

۷ آمدِ شاہِ دو عالم میں ہیں سب چشم براہ — ہر طرف دوڑتی ہے مردمِ دیدہ کی نگاہ
ایک سے ہے عینِ مسرت میں سپید اور سیاہ — آنکھ بھر دیکھ لیں یہ مردمِ بینا کی ہے چاہ
خمِ ابرو کا اشارہ ہے کہ جھک کر دیکھیں — دور کر دیدہ نہ پاتے ہوں تو رک کر دیکھیں
وہ مبارک ہیں جن آنکھوں نے یہ جلوا دیکھا — نطق ہوتا تو بتا دیتیں کہ کیا کیا دیکھا
کیا یہ کم ہے کہ جلو میں شہِ والا دیکھا — اور نظارہ بھی اِن آنکھوں نے دیکھا دیکھا
اے زباں کاش کہ ملتی تجھے بینائی بھی — تب تو کام آتی تری طاقتِ گویائی بھی

شہر میں شور ہے تو اطراف و جوانب میں ہے غور شپرہ چشم فریسی ہیں یہاں موشک کور
کھا کے بل بیٹھے ہیں خاص نہیں عام پہ دور کیوں نہ کن آنکھوں سے دیکھیں کہ گھسا دل میں ہے چور
ان کو منظور نظر جنبشِ مسیحانہ نہیں رشک سے کیا دل حسّاد سیہ خانہ نہیں
ہے اسی چہرہ کا خورشیدِ جہانتاب میں نور تیرگی دہر کی ہوتی ہے اسی نور سے دور
ہے سراپا نے دو عالم بھی اسی سے معمور دامنِ وادیٔ ایمن میں یہ ہے شعلۂ طور
اس کی تو ایسے ہے فانوسِ بدن میں روشن شام کو جیسے کہ ہو شمع لگن میں روشن
روئے پُر نور پہ ہے زلفِ سیہ فام عجیب روزِ روشن میں بچھایا ہے مگر دام عجیب
رُخ تو ہے صبح عجب زلف بھی ہے شام عجیب ایک جا جمع ہیں دو صنعتِ ایہام عجیب
ہو گئے خطِ اُفق میں یہ شب و روز بہم خویش و بیگانہ ہیں یا یہ شرف اندوز بہم
ماہِ یک ہفتہ خداوند کی پیشانی ہے ال کے دو ہفتہ یہی چہرۂ نورانی ہے
صفحہ وہ یہ ورقِ مصحفِ یزدانی ہے اس میں جو بات رقم ہے وہی پیش آنی ہے
یہ خداوند کی مرضی ہے کلامِ حق ہے اس کے ہر لفظ میں محفوظ پیامِ حق ہے
گو تھی توریت و زبور اور صحیفوں پہ نظر ان فریسیوں کی ہر شام و سحر آٹھ پہر
تو بھی اس علمِ لدنی کی نہ تھی اُن کو خبر تھے خط و خال میں سب پیچ مدد زیر و زبر
اس تقدم میں جو بچوں کی صدا گونج گئی وہ سماک سے جب اٹھی تا بہ سما گونج گئی
سنتے جو اس زرِ تقدم سے فریسی بیزار تھا گلِ ناصرت ان باغیوں کی آنکھ میں خار
ابنِ داؤد کو ہوشعنا کی سن سن کے پکار حسد و رشک بڑھا ضبط گھٹا آخرِ کار
آ خداوند سے سب کہنے لگے روک انہیں حق نہیں بولتے یہ حق میں ترے ٹوک انہیں

۱۵ یہ تو آبا کی تمنا تھی بزرگوں کی اُمید یہی آدم کا تھا مژدہ یہی حوا کی نوید
اس پہ موقوف تھا ہر رنگ سیہ ہو کہ سپید تھا رسائی کا بھی پوشیدہ اسی راز میں بھید
اُس کی آمد کا اُٹھنے کو دقیق بھول گئے رٹے طوطے کی طرح کیوں یہ سبق بھول گئے

۱۶ معترض گو کہ فریسی تھے بصد رنج و عتاب اُچھلے کودے وہ بہت پایا جو برجستہ جواب
کیسے تم پڑھتے ہو اب کھول کے دیکھو تو کتاب کس لئے کیا کہتی ہے کیا کرتی ہے کس سے وہ خطاب
تم ہو عاجز وہ کی اعجاز نمائی میں نے شیر خواروں ہی سے تعریف کرائی میں نے

۱۷ تم فریسی تھے فراست سے سراپا معمور تم میں اصحاب خرد تم میں تھے ارباب شعور
تم کو لازم تھا تم اس جشن سے ہوتے مسرور اس کے برعکس لگے روکنے تب ہی یہ ضرور
یہ اگر چپ ہوا تو اغلب ہے کہ چلائیں حجر دہن و نطق و لب کام و زباں پائیں حجر

۱۸ بحر یردن کے کنارے بہ لب بہ واں تھی ایک آواز بیابان میں یوں برق فشاں
نقش بر آب ہے جمتا نہیں پانی پہ نشاں ابراہام اصل میں ہے والد اہل ایماں
قدرت حق ہے عقیمہ کا گھر آباد بھی ہو پتھروں سے بھی جو چاہے وہ تو اولاد بھی ہو

۱۹ مارزا مار پسر مار کہن کے فرزند قابل توبہ نہ دیں پھل تو در توبہ ہے بند
بھاگ جانے کی بھلا کس نے انہیں دی ہے یہ پند آنے والا غضب آئے تو نہ پہنچائے گزند
شجر بے ثمر اس باغ میں رہنے کا نہیں کاٹ کر آگ میں جھونکیں کوئی کہنے کا نہیں

۲۰ سامنے دیکھ لو وہ برۂ حق آتا ہے یہی دنیا کے گنہ لاد کے لے جاتا ہے
کھولتا ہے وہ منہ اپنا نہ وہ چلاتا ہے کون اس کے لئے غم کھاتا ہے۔ سمجھتا ہے
مجھ میں اتنی بھی لیاقت نہیں سچ سچ بولوں اس کی پاپوش کا تسمہ جو میں جھک کر کھولوں

میں تو پانی سے تمہیں دیتا ہوں بپتسمہ مگر دے وہ بپتسمہ تمہیں رُوح قدس سے آکر

وہ مرا آقا ہے اور میں تو ہوں اُس کا نوکر سب کا افسر ہے وہ اُس کا نہیں کوئی ہمسر

مجھ سے بپتسمہ پانے کے لئے آیا ہے رُتبہ خادم کا بڑھانے کے لئے آیا ہے

پاکے بپتسمہ وہ یردن سے جو باہر نکلے ایسے نکلے کہ صدف سے کوئی گوہر نکلے

راستبازی کی الف بے تے نے پڑھکر نکلے یہ ہے آغاز تو انجام بھی بہتر نکلے

آسماں اُن پہ کُشادہ جو ہوا در کی طرح آگیا رُوحِ قدس اُڑ کے کبوتر کی طرح

عزم کا تھا جو درستی پہ ارادہ کا تھا سانجھ باپ تھا زمزمہ پرواز پس پردۂ راز

میرا بیٹا یہ پیارا ہے بر آئی آواز اِس سے میں خوش ہوں پسند اِسکے ہیں مجھکو انداز

ابتدا اپنی جو ہونی تھی تو بیاباں میں گیا امتحاں دینے کو ویرانۂ شیطاں میں گیا

گئے چالیس دِن اور رات جو روزہ میں گذر ممتحن آگیا چالیسویں دِن کس کے کمر

بھوک ہے باعثِ صد لغزشِ افرادِ بشر شاکرو صابرو قانع کو بھی عارض ہو خطر

مردِ حق ناں ندہد در کفِ جاں اندیشد ملحد گرسنہ گے از رمضاں اندیشد

جب کہ چالیس دن اور رات نہ کھایا نہ پیا بُوند پانی کی نہ دانہ تھا کوئی مُنہ میں دیا

امتحاں بھوک کا ابلیس نے تب آکے لیا گو کہ کمزور تھے پر زور مگر پاس کیا

تو ہے گر ابنِ حق اعجاز سے کھالے روٹی بھوکوں کیوں مرتا ہے پتھر سے بنالے روٹی

سالِ اوّل تھا خداوند کا آغاز تھا کام منحصر تھا اِسی آغاز پہ سارا انجام

آپ کر سکتے تھے اعجاز سے تحصیل مرام بات سچ تھی مگر ابلیس کے مُنہ سے تھا کلام

آپ پتھر سے بنا سکتے تھے بیشک روٹی جان کا دیتی مگر ساتھ یہ کب تک روٹی

٢٧ کیا ہے روٹی یہ سب اہلِ خرد جانتے ہیں — اور جو اس کی ضرورت ہے اُسے جانتے ہیں
زندگانی کو یہ دیتی ہے مدد جانتے ہیں — ہائے کیا کھائیں بس اس بات کو بد جانتے ہیں
خُوردن و زیستن آں ست کہ بذکرش باشند — مرگ آں زیست کہ خُوردن ہمہ فکرش باشد
٢ بولے محبوبِ خدا سُن کے یہ شیطاں کا سوال — صرف روٹی پہ جئیں یہ تو حماقت پہ ہے دال
زندگی بخشتا ہے زندۂ جاوید مقال — ورنہ انسان کی ہستی کا عدم ہی ہے مآل
بات معقول تھی شیطان جرح کر نہ سکا — اور کچھ بحث بڑھانے کا وہ دم بھر نہ سکا
٢٧ لے گیا آپ کو پھر کنگرۂ ہیکل پر — بولا اب مجھکو دکھانے تو یہاں سے گِر کر
کیونکہ پہلے ہی نوشتوں میں لکھی ہے یہ خبر — بھیجیگا اپنے فرشتہ کو خدائے برتر
تاکہ ہاتھوں پہ وہ گِرتے ہی اُٹھائے تجھکو — ٹھیس پاؤں کو نہ لگ جائے بچائے تجھکو
١ بات محبوبِ خدا نے کی یہ شیطان سے تب — وہ مدد کرتا ہے حاجت میں کہ محتاج ہیں سب
تو بھی مطلوب کہ موقوف ہے طالب کی طلب — اُس کی مرضی ہی پہ امداد کا ہوتی ہے سبب
کیا نوشتہ میں نہیں ہے اسے پڑھکر ڈر تو — آزمائش نہ کبھی اپنے خدا کی کر تو
پاسخِ ابنِ خُدا سے جو ہُوا ناطقہ بند — لے گیا آپ کو شیطان سرِ کوہِ بلند
دُنیوی چیزیں جو انسان کو آتی ہیں پسند — پیش کیں پیشِ نظر تا ہو دل اُس کا خورسند
جتنی ہیں سلطنتیں جتنی ہیں شانیں ان کی — پیش گنجینے کئے نذر کیں کانیں ان کی
اب یہ دریافت طلب ہے کہ یہ دُنیا کیا ہے — اہلِ دُنیا ہی کریں حل یہ معمّا کیا ہے
بس گئی آنکھوں میں کیوں جی یہ تماشا کیا ہے — دے کے ایماں اسے لیتے ہیں یہ سودا کیا ہے
زال یہ ہے تو ہے کیوں گرمئ بازار بہت — جنسِ کم تھوڑی ہے تو بھی ہیں خریدار بہت

کیسی مُرشد ہے کہ شاگرد ہیں سب اس کے رشید　　کیسی پیر کہ اکثر ہیں جواں اس کے مرید

کیسی شداد ہے فرمان میں سب اس کے شدید　　کیسی شاہد ہے کہ ہوتا ہے ہر اک اس پہ شہید

اس کی شوخی کے مقابل ہے شیخی کس کی　　گرگری اس کی ہوئی جس پہ نظر تھی اس کی

حُسن ہے بحرِ رواں اس کا مگر پھر بھی سراب　　تشنہ لب اس کے کنارے ہوئے سب خستہ خراب

پھوڑ کے دل کے پھپھولے کوئی مانندِ حباب　　چشم اُمید ہے اس چشمہ سے گویا نایاب

تو بھی اس لیلےٰ کے مجنوں میں ہیں خرد کتنے　　اور فرہاد ہیں اس شیریں کے اکثر کتنے

ہے قراسس کا تواریخ میں قصہ مشہور　　جو تھا اس دولتِ دُنیا پہ نہایت مغرور

تھیں عماراتِ کلاں گنجِ گراں سے معمور　　اب قراسس نے یہ ٹھہرایا تھا اپنا دستور

اجنبی کوئی ملاقات کو جب آتا تھا　　چھ مہینے میں وہ زر اُس کو دکھاتا تھا

یوں دکھا چکتا تھا جب اُس کو یہ سب مال و منال　　دیکھنے والے سے تب بیٹھ کے کرتا تھا سوال

کیا کوئی مجھ سے بھی بڑھ کر ہے تونگر خوشحال　　تب وہ کہتا تھا نہیں کوئی یہ کرتا ہوں خیال

اِس طرح بے خبر انجام سے خوشحال تھا وہ　　یونہیں ننانوے کے پھیر میں کچھ سال تھا وہ

اُس زمانہ میں تھا سولن کوئی مشہور حکیم　　پوچھا اس سے بھی قراسس نے بہ دستورِ قدیم

آپ نے دیکھ لی کُل مال کی فہرستِ ضخیم　　کوئی مجھ سا بھی ہے خوشحال بایں گنجِ عظیم

بولا سولن کہ بہت مائلِ اموال ہے تو　　مجھکو خطرہ ہے کہ کمبخت ہے بدحال ہے تو

بعد چندے کسی دشمن نے کیا آ کے جو سر　　تب تو دولت ہی نہ کام آئی نہ گنجینۂ زر

قید ہو کر جو مخالف کے ہوا پیشِ نظر　　کہدیا آگ میں ڈالو اسے زندہ جا کر

آہ و نالہ سے قراسس نے نہ کچھ کام لیا　　چیخ کر زور سے سولن کا مگر نام لیا

۳۹ نام سُولن کا شہنشاہ نے جس وقت سُنا — ہوا حیراں کہ دمِ مرگ نہ تھا نامِ خدا
تب کہا اُس نے بیاں اپنا کُل احوال کیا — آیا انجام نظر اُس کو جو سُولن نے کہا
شاہ بولا یہ نہ تھی صرف نصیحت تجھکو — جا معافی دی تجھے۔ یہ تو ہے عبرت مجھکو

۴۰ حال یسعو کا اِسی قال پہ ہے شاہدِ حال — بھوک سے حالت دِگنی تھی بہت جس کی نڈھال
اُس نے پہلوٹے کے حق کا نہ کیا کچھ بھی خیال — بیچنے پر تھا ملال اُس نے جو دیکھا تھا مآل
کوئی یسعو سا بر آئینہ بد آئین نہ ہو — ہیچ دُنیا کے لئے دین سے بیدین نہ ہو

۴۱ زوجۂ لُوط کے حالات ہیں سب کو معلوم — کیسی وہ نعل در آتش تھی پئے شہرِ صدوم
شورِ بختی نے کیا آکے جو گرد اس کے ہجوم — پیچھے دیکھا ہوئی آگے کو صُغر سے محروم
رہ گئی بنکے ستونِ نمک افسوس وہیں — سرکشی کی ہوئی پاداش قدم بوس وہیں

۴۲ تھا کوئی اہلِ دول دَولتِ دُنیا میں غنی — اُس کی بڑھتی ہوئی نعمت میں نہ تھی کوئی کمی
ایک سال ایسا ہُوا جیسی کچھ اُمید نہ تھی — بارش اچھی ہوئی کھیتوں میں بہت فصل اُگی
سوچتا تھا میں کہاں رکھونگا مایا اِتنی — نہ مقام اتنا مرے پاس نہ ہے جا اِتنی

۴۳ سوچا ڈھا دُونگا انہیں وہ جو پُرانے ہیں کھتّے — اور نئے چوڑے بہت بنکے کرونگا تیار
ان میں انبار کراؤنگا نئی پیداوار — سنکھ و سنکھ مہا سنکھ ہیں جو ہو نہ شمار
جان سے تب میں کہونگا کہ لے کھا پی خوش ہو — فکر کو دل میں کوئی جا نہ دے کھا پی خوش ہو

۴۴ رات کو مَوت نے پیغام دیا یُوں آکر — طلبی آپ کی ہے چلئے اگر ہے نہ مگر
لائی ہوں ۵۵۲ کا یہ وارنٹ ادھر — نہ ضمانت میں بشر ہے نہ کفالت میں ہے زر
جان لیجائیگی۔ وہی تجھکو تری ہر بیتا — کون یہ کھائیگا انبار در انبار بتا

سچ ہے انسان کرے لاکھ یہ دُنیا حاصل | کر خوارزم بھی کر لے کوئی سارا حاصل
جان تک اپنی گنوا دے تو اُسے کیا حاصل | جس کو حاصل وہ سمجھتا ہے وہ ہے لاحاصل
جان کے بدلے میں انسان وہاں کیا دیگا | سب یہاں چھوڑ چلا ہے تو وہاں کیا دیگا

جس کو دُنیا میں جگہ تھی نہ زمین تِل بھر | رائی کے دانہ سے بڑھکر جو بنا تھا کمتر
جب وہ پیدا ہُوا چرنی میں رہا چند پہر | تیسرے دن سے زیادہ نہ لحد نے دی مفر
اُس سے ابلیس یہ بولا کہ عوض کچھ دونگا | سجدہ کر جُھک کے مجھے مفت میں سب دیدونگا

آپ شیطان سے بولے کہ تُو بکتا کیا ہے | رُو برو بندۂ فارغ کے یہ دُنیا کیا ہے
اُس کا سونا ہے یہ کیا اُس کا یہ رُوپا کیا ہے | دیکھ لے جا کے نوشتوں میں کہ لکھا کیا ہے
سجدہ کر صرف خداوند خدا کو جُھک کر | دُور ہو۔ بات نہ کر مجھ سے زیادہ رُک کر

اب خداوند پھرے رُوح سے ہو کر معمُور | دُور و نزدیک جو تھے شہر تک اپنے مشہور
ناصرت تھا جو وطن اُس میں سُنانا تھا ضرور | گوش شنوا نہوں تب اہلِ وطن کا ہے قصُور
اُن کے معبد میں گئے سبت منانے کے لئے | درس تھا خاص یسعیاہ سُنانے کے لئے

اُس میں لکھا تھا کہ ہے رُوح خدا کا مجھ پر | اُس نے ممسُوح کیا دُوں میں غریبوں کو خبر
مجھکو بھیجا کہ اسیروں کو خبر دُوں جا کر | وہ اسیری سے رہا ہونگے یہ ہے مدِ نظر
نُحرمی اندھوں کو کُچلوں کو ہٹا دی مجھ سے | سالِ مقبول خدا کی ہو منادی مجھ سے
وہ جو حاضر تھے عبادت میں وہاں سب کے سب | تاکتے تھے لئے حیرت میں وہاں سب کے سب
پڑ گئے وجد کی حالت میں وہاں سب کے سب | شوق رکھتے تھے طبیعت میں وہاں سب کے سب
اُس نے فرمایا ہوئے سارے اشارے آگے | آج پُورا یہ نوشتہ ہے تمہارے آگے

۵۱ اُس کے پُر فضل سُخن ہائے بہ از قند و شکر — کرتے تھے گو دلِ ہر سامع میں شیریں اثر
تو بھی وہ کہنے لگے سب متحیر ہو کر — کیا نہیں یہ ہے انہیں مریم و یوسف کا پسر
آپ نے اُن سے کہا تب یہ سُنا کر پہلے — تم کہو گے کہ حکیم اپنی دوا کر پہلے

۵۲ عہدِ خیب میں جب آیا نہ زمیں پر باراں — خشک سالی تھی بیالیس مہینوں کی گراں
تب تو بھیجا گیا الیاس نبی تشنہ وہاں — سارپت کی زنِ بیوہ کے سوا اور کہاں
گو جذامیوں کی کثرت سے سمائی ہی نہ تھی — غیر نعمان شفا اور نے پائی ہی نہ تھی

۵۳ بات یہ سچ ہے جو مشہور ہے اِس کی بابت — کہ نبی کی نہیں ہوتی ہے وطن میں عزت
صادق آئی یہ مثل آج تمہاری نسبت — چھد گئی چبھتی ہوئی بات سے دل کی غیرت
اِن کے جی میں ٹھنی کہ پہاڑی سے گرا دیں جا کر — بچ گئے آپ اس اُفتاد سے موقع پا کر

۵۴ آپ تشریف لئے جاتے تھے اک روز کہیں — بھیڑ کی بھیڑ تھی ہمراہ کہیں اور نہیں
اُن سے بولے جو کہوں میں وہ کرو ذہن نشیں — میرے شاگرد اگر ہو تو اسی وقت یہیں
باپ ماں بھائی بہن جورو خصم چھوڑ دو سب — تن بدن چھوڑ دو جی جان بہم چھوڑ دو سب

۵۵ مزرعہ موضع و دیہات و زمینداری بھی — ریسو بھی بنگلہ بھی اور کھیت بھی اور باڑی بھی
نوکری چاکری اور عہدۂ سرکاری بھی — فن وکالت کا بھی اور پیشۂ مختاری بھی
ذات کا فخر گھرانے کا شرف بھی چھوڑ دو — دھن کا زعم اور اعزازِ سلف بھی چھوڑ دو

۵۶ میری شاگردی میں آنا ہے تمہیں شوق سے آؤ — یہ مگر شرط ہے کہ اس میں نہیں کوئی رکاؤ
شرط صرف ایک یہی ہے کہ صلیب اپنی اٹھاؤ — سخت ہو یا ہو کڑی عذر کی شکن نہ لگاؤ
پیروی میری نہیں سہل تو مشکل بھی نہیں — طول چلنے میں سفر بہت کی منزل بھی نہیں

۵۰ کون ہے تم میں کہ ہے بُرج کروں گا تیار   بیٹھکر پہلے ہی لاگت کا نہ کرے جو شمار
ورنہ جب نیو پڑے کام لگائیں معمار   اُدھ بنا چھوڑ دے تب لوگ ہنسیں آخرِ کار
دیکھو اس شخص نے آغاز کیا کام مگر   رہا۔ انجام نہ رکھتا تھا سرِ انجام مگر
۵ بادشہ کون ہے دُشمن سے جو جس کی پیکار   نہ کرے فوج کی جانچ اور نہ لشکر کا شمار
کس قدر اس میں پیادہ ہیں تو کتنے ہیں سوار   دس ہزار اُس کی طرف ہوں تو اِدھر بیس ہزار
گر شکست آور دو گاہ ظفر مے دارد   بیم و اُمید بسی جنگ ثمر مے دارد
۵ ایسے ہی تم میں جو شاگرد ہوا چاہتا ہے   پہلے یہ دل میں سمجھ لے کہ وہ کیا چاہتا ہے
کہ یا وہ شیطان کے حلوے سے بچا چاہتا ہے   اپنی مرضی نہیں مالک کی رضا چاہتا ہے
کیونکہ ناواقفیت اس سے کہیں بہتر ہے   جان لے اور پھر بھی نہ مانے یہ نہیں بہتر ہے
۶ اِس تلمذ کا حقیقی ہے نشاں بپتسمہ   تن ایماں میں ہے خود روحِ رواں بپتسمہ
رکھتا ہے بیشتر اسرارِ نہاں بپتسمہ   پاتے ہیں طفل سے تا پیر و جواں بپتسمہ
خود مسیحی و مسیحا میں تعارف یہ ہے   لائے ہر ایک کو جو تحتِ تصرف یہ ہے
پاک بپتسمہ یہ اک عہدِ متین ہے صریح   باندھا جاتا ہے جو مابین مسیحی و مسیح
ہوش میں جبکہ بجا عقل رسا فہم صحیح   بعباراتِ بلیغ اور بالفاظِ فصیح
مستبلغ کہتا ہے شیطان کو چھوڑا میں نے   دُشمنِ دین کے ایمان کو چھوڑا میں نے
میں شیاطین کی راہوں میں نہ جاؤنگا کبھی   جانا کیسا کہ اُدھر رُخ بھی نہ لاؤنگا کبھی
رُخ تو رُخ آنکھ بھی اپنی نہ اُٹھاؤنگا کبھی   آنکھ تو آنکھ نظر تک نہ ملاؤنگا کبھی
چشم بد دُور جو بُت خانہ کے نزدیک آئے   تا کوں بُت کے تو مری آنکھ کی پُتلی پتھرائے

میں نے کھایا ہے نمک مانا کہ زخموں کو زنمک — زندگی ہاتھ سے جانے نہ دوں مرنے دم تک
گو میں کمزور ہوں تو بھی ہے زبردست کمک — عیسیٰ ناصری بادشہِ انس و ملک
چھوڑ کر کُل غمِ ہستی و عدم پیچھے کو — میری ہٹ ہے کہ ہٹاؤں نہ قدم پیچھے کو
یہ جسم اور خون سے کُشتی نہیں کرنا ہے مجھے — گہری تاریکی کے خندق میں اُترنا ہے مجھے
اس کے حکام سے کچھ کر ہی گذرنا ہے مجھے — اس کے مختاروں کی دھمکی سے نہیں ڈرنا ہے مجھے
مجھکو ہے فوج سماوی سے مقابل ہونا — میں ہتھیار رکھ کے نہیں جانتا بیدل ہونا
اِس لئے رُوحِ مقدس کے سلح خانہ سے — بر قدم لے لئے ہتھیار یہ چن کر میں نے
ہے نجاتِ ابدی خود کی جائز کے لئے — راستبازی کا جو بکتر ہے وہ میں نے پہنے
رُوحِ اقدس کی ہے تلوار مرے قبضہ میں — ہو گا ہر وارِ شریر بار مرے قبضہ میں
زیبِ پا صُلح کی پاپوش بھی ہے بہرِ خرام — دَوڑ کر تاکہ دُوں اَوروں کو خوشی کا پیغام
پا گئی کَس کے سچائی سے کمر اِستحکام — ڈُھال ایماں ہے بھلی دے جو بُرے وقت میں کام
آتشی بان دُعا کا جو چلا دُونگا میں — تیرِ سوزندۂ شیطاں کو جلا دُونگا میں
میری تلمیذ میں بولے یہ خُداوندِ جلال — اقربا اور اعزا کی محبّت ہے وبال
خواب میں بھی جو کرے مُجھ سے زیادہ کا خیال — اِس کے دعوائے محبت پہ دلائل میں مجال
میری شاگردی کے لائق وہ نہیں صاف ہے یہ — آپ کو کہتا ہے عیسائی کہے لاف ہے یہ
ایک دن مادرِ یعقوب سلومی آئی — دُوسرے بیٹے کو بھی ساتھ میں اپنے لائی
عرض کی جب کہ مسیحا سے اجازت پائی — میرے بچے تیرے شاگرد ہیں دو نو بھائی
اپنی شاہی میں اِنہیں صاحبِ اعزاز بنا — دہنے بائیں کی نشستوں پہ سرافراز بنا

بولے تب آپ سلومی سے تجھے کیا معلوم   تیری درخواست کا انجام میں ہے کیا مفہوم
جو پیالہ میرے پینے کے لئے ہے مقسوم   کیا پیئیں گے وہ اسے ایسے پیئیں گے مظلوم
بولی وہ ہاں کہ پیئیں گے یہ پیالہ وہ بھی   کہتی ہے جاں کہ پیئیں گے یہ پیالہ وہ بھی
سن کے یہ ہمت مردانہ کا عورت سے کلام   بولے محبوب خدا سچ ہے پیئیں گے وہ یہ جام
لیکن اس امر میں جس کی ہے انہیں خواہش تام   دہنے بائیں وے جگہ یہ ہے فقط باپ کا کام
کیسی خجلت وہ تصلیب انہیں آئی ہوگی   دہنے بائیں جو جگہ چوروں نے پائی ہوگی
اس پیالہ کی مناسب ہے یہاں پر تفسیر   جس کے ہر قطرۂ مے سے ہے ٹپکتی تکفیر
کل زمانہ کی بلیات ہیں اس میں تخمیر   ہے مصائب کی مجسم یہی زندہ تصویر
منہ میں اس آتش سوزندہ سے چھالے پڑ جائیں   اس کے پھندے سے گلے جان کے لالے پڑ جائیں
یہ وہ آفت ہے کہ پرکالۂ آفت بھی ہے گرد   کرۂ نار ہو اس شعلۂ جوالہ سے سرد
ہے یہ برہم زن صد زعم دلیرانۂ مرد   اس کو جس پہلو سے لو ٹو یہ ہے درد کا درد
یہ وہ سایہ ہے کہ جس کا کوئی ہمسایہ نہیں   اس سے اونچا ہو کوئی یہ وہ فرومایہ نہیں
اس میں شرم ہے شامل کہ حیا کو بھی ہو شرم   یہ وہ ہے زہر کسی سے نہیں ٹھنی آزرم
نیر گرمی ہے کہاں ہے یہ ہمیشہ سرگرم   اس کی سختی وہ ہے کڑائی کہ فولاد ہو نرم
ہو کے لبریز کبھی جب یہ چھلک جاتا ہے   سرکشی کر کے اچھل تا بہ فلک جاتا ہے
ہر میں گھونسوں کی ہے زد اس میں طمانچوں کی ہے مار   تھوک کی منہ پر زخ گلگوں ہے زد و کوب غار
تازیانہ وہ لگیں پشت ہو مجروح و فگار   آگ زخموں میں تو دل سوز دروں ہو وہ جار
نظر جرم اگر اس جام تک آئے پھر جائے   عار اس کو بھی ہے گو آرے سے زندہ چر جائے

۷۵ رہزن و سارق و قزاق جو پاتے ہیں سزا   بدچلن سخت بداخلاق جو پاتے ہیں سزا
مجرم شہرۂ آفاق جو پاتے ہیں سزا   غارت و قتل کے مشتاق جو پاتے ہیں سزا
اس میں ہے بند نب اُس سے دمِ سقراط رہے   ہو ہلاہل سے ہلاک اُس سے وہ مختار رہے

۷۶ اس پیالہ میں کُل اقسام ذمائم کی ہے مے   ہوش برباد کُن انواعِ جرائم کی ہے مے
سارے افعال بد و زشت عزائم کی ہے مے   مال مغروقہ و اسبابِ غنائم کی ہے مے
موج میں آکے پیالہ کو بھی یہ خم کر دے   بحر میں قطرہ کی مانند خرد گم کر دے

۷۷ یہ ہے معمورِ الٰہی غضب و قہرِ خدا   اس میں دوزخ کی عقوبت ہے جہنم کی سزا
فرقت و صحبتِ ابلیس کی لعنت کے سوا   اس میں وہ آگ ہے لے اُس کو اگر مُنہ سے لگا
دل کے سو ٹکڑے ہوں پہلو میں تو چھاتی پھٹ جائے   گُلہوں ڈالے لہو مُنہ سے کلیجہ کٹ جائے
پوچھتا ہے کھڑا خم ٹھونک کے سب سے کوئی   مردِ میداں بھی ہے آدم کے نسب سے کوئی
پشت پھیرے نہ جو اس قہر و غضب سے کوئی   کس کا مُنہ ہے کہ لگائے اسے لب سے کوئی
ابنِ آدم سا جواں مرد تو گھبراتا ہے   اس پیالہ سے خُم و کوزہ ہوا جاتا ہے

۷۸ آؤ تم کو ہے اگر دیکھنا آنکھوں منظور   باغِ گت سمنی ہے بُستانِ جہاں میں مشہور
پار گدرون کے نالہ کے نہیں پاس سے دُور   اوندھے مُنہ سجدہ میں ایک مرد پڑا ہے رنجور
سخت کُلفت میں بھی مالوفِ خدا باپ سے ہے   عرضِ احوال میں مصروف خدا باپ سے ہے
مرحبا ابنِ خدا حمد کے لائق تو ہے   ساری مخلوق میں بیلوٹا ہے فائق تو ہے
حامی و ملجا و ماوائے خلائق تو ہے   جانِ کفارہ میں دینے کا شائق تو ہے
فخرِ انسانیت اور خاک کو بخشا تو نے   رتبہ میں اوج کا افلاک کو بخشا تو نے

زینتِ ایوانِ جناں خُلد مکاں عرش مقام   زینتِ خیل ہائے یب فلک حُسنِ کلام
مطلعِ نُورِ ازل عزّوجل ذُوالاکرام   از ازل تا بہ ابد ہے تری ہستی کو قیام
ہو کے بالا ہو کوئی پست ذرا مشکل ہے   تیرا رُتبہ ہے ہوا تجھکو سوا مشکل ہے
۸۲ جبکہ گردش میں یہ خوں ریز پیالہ دیکھا   جس سے ہوتے ہوئے ہستی کا ازالہ دیکھا
عدل کا لوٹ شریعت کا قبالہ دیکھا   تلخ زہر موت سے کر ہوا یہ کسالہ دیکھا
کی دُعا باپ سے۔ اس کو نہ اِدھر آنے دے   تیری مرضی ہو تو مجھ سے یہ گذر جانے دے
۸۳ جسم اس بارِ گراں سے تو ہوا سُست مگر   رُوح نے اس کے اُٹھا لینے پہ باندھی ہے کمر
بے پئے میرے گزرتا ہے نہیں مجھ سے اگر   آپ کو چھوڑتا ہوں باپ تری مرضی پر
بُوند بُوند اس کی چڑھانے پہ اُترتا ہوں میں   کر کے خالی اسے اب جی سے بھرتا ہوں میں
۸۴ اس پیالہ سے مجازاً ہے مری موت مراد   اس سے دُنیا کو ہلاکت سے کرونگا آزاد
جان دُونگا کہ نہ ہو رُوح کسی کی برباد   پہلے مرنے سے میں اس بات کی ٹھہراؤنگا یاد
دیکھو روٹی جو لئے ہوں یہ بدن ہے میرا   کھاؤ ایماں سے کہ تم نے کھانے کی تن ہے میرا
۸۵ تھا مراد اس سے کہ دُوں تم کو یہ روٹی دُونگا   گرسنہ رُوحیں ہوں آسُودہ یہی ہے وہ غذا
اپنے مطبخ سے خدا باپ یہ کرتا ہے عطا   یہ مجازی ہے حقیقی ہے مگر گوشت مرا
جو اسے کھاتا ہے اور میرا لہو پیتا ہے   زندگی اُس میں ہے دراصل وہی جیتا ہے
گو فریبیوں نے اس راہ میں کھائی ٹھوکر   اور جو تجھے نام کے شاگرد گرے وہ بھی اُدھر
تم نے پہچانا شکستہ بدن ایماں سے مگر   کھاؤ آسُودہ شکم سیر رہے مجھ پہ نظر
یادگاری میں مری تم یہی کرتے رہنا   زندگی ہے تو اسی موت پہ مرتے رہنا

۸۰ اب ذرا سوچیں یہاں صاحبِ فہم و ادراک — یہ جو روٹی ہے ہر انساں کے لئے عام خوراک
قدر جس کی ہے بہت کرتے ہیں سب اس کا تپاک — کیا ہدایت ہے مگر اس کے لئے عبرتناک
ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند — تا بغفلت نخوری نانِ شی چو بکف در آرند
۸۱ بس یہ روٹی جو میں دیتا ہوں جسم ہے میرا بدن — اس کی ہے اصل تفضیل میں کیا تم کو سخن
نہ ضامنِ رزق میں ہوں میں ہی ہوں رزاقِ زمن — اہلِ ایماں کے لئے آپ غذا ہوں ہم تن
جو مجھے کھاتا ہے رکھتا ہے طبیعت میری — اپنی صورت میں وہ رکھ سکتا ہے سیرت میری
۸ جس طرح میں نے خدا باپ کی صورت چھوڑی — ماہیت رکھتے ہوئے اس کی یہ عزت چھوڑی
عرش اور عالمِ بالا کی سکونت چھوڑی — عاصیوں کو دوں نجات اس لئے جنت چھوڑی
کہہ کے یہ آپ خداوند اٹھا کھانے سے — کیونکہ بہتر ہے نمونہ کہیں سمجھانے سے
۹ مثلِ خدام کے رومال کمر سے باندھا، — پاؤں شاگردوں کے دھونے کے لئے آپ جھکا
جبکہ دھوتا ہوا پطرس کے قریب آ پہنچا — جانتا تھا کہ چھوئے پاؤں لئے اس نے مٹا
بولا زنہار خداوند یہ ہونے کا نہیں — کیونکہ استاد کو حق پاؤں کے دھونے کا نہیں
تب خداوند نے پطرس سے کہا یوں کہ اگر — میں ترے پاؤں نہ دھوؤں تو نہ دھونے پہ خطر
فائدہ ہے تو ہے دھونے میں نہ دھونے میں ضرر — کیونکہ حصہ ترا ہوگا نہ مرے ساتھ ادھر
عرض کی اس نے اگر ہے یہی بہتر دھوئے — نہ فقط پاؤں مگر ہاتھ مع سر دھوئے
پاؤں جب دھو کے شہنشاہِ دو عالم بیٹھے — پہلے کپڑے جو اتارے تھے اب وہ پھر پہنے
پائے شستہ جو تھے شاگرد یہ ان سے بولے — تم نے دیکھا ہے جو ہاتھوں سے کیا ہے میں نے
تم مجھے کہتے ہو استاد بجا کہتے ہو — کیونکہ میں ہوں جو خداوند خدا کہتے ہو

پس جب اُستاد نے خود پاؤں تمہارے دھوئے — لہٰذا اس کام سے زنہار نہ ہارے دھوئے
کپڑے عزت کے تھے سب کر کے کنارے دھوئے — داغ دھبے جو چلن میں تھے وہ سارے دھوئے
غسل پہلی کی انسان کو ضرورت ہی نہیں — پاؤں چھُٹ اور کچھ اب دھونے کی حاجت ہی نہیں
پس جب اُستاد و خداوند نے پاشوئی کی — زندہ تمثیل نمونہ کے لئے تم کو دی
واجب اس نص صریحہ سے ہے یہ تم پر بھی — تم بھی باہم دگر ایسے ہی کرو پاشوئی
کیونکہ اُستاد سے شاگرد نہیں بڑھ سکتا — بھیجنے والے سے بھیجا ہوا نہیں بڑھ سکتا
سکھ کا ہے صوبہ پنجاب میں فرقہ مشہور — اس سے ملتا ہوا اک ان میں ہے رائج دستور
اُن کی پرشاد کی مجلس میں ذرا چل کے ضرور — دیکھو نزدیک سے جا کر نہ رہو وہم سے دور
میر مجلس قدم آئندہ کے جب لیتا ہے — پاؤں رومال سے صاف اُن کے وہ کر دیتا ہے
غالباً موجدِ اوّل کی یہ تقلید ہے صاف — یہ نہیں منجیِ عالم کے نمونہ کے خلاف
ہم تو سمجھے مگر اس پیرویِ حرف کو لاف — اس سے خدمت ہے مراد اوروں کی تقصیر معاف
گر نہ کچھ تو ہیں سزاوار ملامت دونوں — چھوڑ بیٹھیں جو مجاز اور حقیقت دونوں
جیسے روٹی ہے مجاز اور حقیقت ہے بدن — دونوں ہی پاک عشا میں ہیں ضرور اور احسن
ترک دونوں میں کسی کا بھی نہیں مستحسن — ایک ہی جان بدن کے لئے ایک جان کو تن
روح بے جسم مجرد ہے تو کس کام کی ہے — دونوں میں حبِ ولی گویا الف لام کی ہے
پاؤں دھوئے تھے خداوند نے شاگردوں کے جب — فعل تو لفظ تھا اور معنی تھے اُس کا مطلب
لفظ جس طرح مناسب ہے تو معنی انسب — ایسے ہی پاؤں کے دھونے میں کریں ہم سب
ہم خداوند کو مسجود بنائیں کیونکر — بے جھکائے ہوئے سر سجدہ میں لائیں کیونکر

۹۹ رازدانندۂ دلہائے بد و نیک وہیں | بولے تم پاک ہو سب تو بھی ہو سب پاک نہیں
دوست دُنیائے دنی تم میں ایک دشمن ہیں | طامع و حرص پرست و بہ ہوس خو بشیں
دل کے میلے نے عیاں کی یہ صفائی مجھ پر | پاؤں دُھلوائے ہوئے لات اُٹھائی مجھ پر

۱۰۰ اے مسیحی! تجھے لازم ہے خبردار رہے | دل کے دھوکے سے دغابازی سے ہشیار رہے
طامع زر نہ ہو اس مُو سے بیزار رہے | صرف سرکار محبت سے سروکار رہے
دُور میں رہتے ہوئے چاہیئے ناری نہ بنے | بن نہ عیار اگر یار سے یاری نہ بنے

۱۰۱ عطر ڈھالا جو خداوند پر ایک عورت نے | کیسا خوشبو سے بسایا وہ گھر ایک عورت نے
تین سو نقد کیا خرچ زر ایک عورت نے | دیکھیں دل والے یہ پایا جگر ایک عورت نے
معترض ہو جو بداندیش تو کیا ہوتا ہے | جا و بیجا تو محبت میں بجا ہوتا ہے

۱۰۲ بیاہ میں شادی میں اور بچوں کی پیدائش میں | خاص جلسوں کے مقامات کی آرائش میں
رونق آمد حکام کی افزائش میں | خاص موسم کی رعایت سے کچھ آسائش میں
خرچ بیجا بھی جو کر بیٹھتے ہیں دل والے | اس کو آسان بنا لیتے ہیں مشکل والے

۱۰۳ رات کو ہو جو بڑے دن میں چراغوں کی بہار | دیکھیں تب اہل حسد رشک سے جلکر ہوں چنار
جیسے یہ عطر گل آنکھوں میں یہودا کے تھا خار | ایسے ہی بعض مسیحی بھی ہیں دل کے غدار
قصہ کوتاہ خداوند کی سچ بات ہے یہ | معجزہ حب کا محبت کی کرامات ہے یہ

۱۰۴ آزماؤ تو ذرا دل کو جگر کو جانچو | خانۂ پہلو کو اور سینہ کے گھر کو جانچو
یہ ہے مالوف کدھر الفت زر کو جانچو | مال کو بچوں کو جورو کو پسر کو جانچو
کتنی پائی ہے گناہوں کی معافی تم نے | پایا ہے روح قدس سے دل صافی تم نے

کیا ہے پطرس کی طرح تم کو مسیحا مرغوب — کیا اُسے جانتے ہو دل سے پیارا محبوب
جان بھی دو گے اگر اس کے لئے ہو مطلوب — کچھ اس حق میں کسی شاعر نے کہا ہے کیا خوب

جانِ من جان طلبی جان بہم آن نہ ہم — زر کہ تو مے طلبی زر بہ تو جاناں نہ ہم

اب ہے یہ کسی ناشستہ کا نارفتہ کلام — ہاتھ دھو کر نہیں کھاتے ترے شاگرد طعام
یہ بزرگوں کی روایات ہے ناپاک ہے کام — اس کو پاسخ میں دیا آپ نے یہ پاک پیام
منہ میں جو جائے وہ کب جان کو ناپاک کرے — منہ سے جو آئے وہ اِنسان کو ناپاک کرے

منہ میں جو جاتی ہے وہ ہے یہی معلوم غذا — پیٹ میں ہو کے نکل جاتی ہے جو صبح مسا
اس میں جو پاک تھا وہ جزو بدن بن کے رہا — تھا فضول اُس میں جو فضلہ وہ ہوا تن سے جدا
حلت و حرمت قسم کا ہے سبب تجھ سے جدا — پاک ناپاک کی علت ہے یہ سب تجھ سے جدا

وہ جو تھا گلشن فردوس میں ممنوعہ شجر — پاک ناپاک بد و نیک تھا اس کا ثمر
تھا فقط ممتحن بورث اعلائے بشر — خارجی وجہ کا تھا اس پہ نہیں کچھ بھی اثر
پاک ناپاک ہو کھانے سے نہ کھاتے سے کوئی — ہاتھ دھونے سے نہ ہو پاک نہانے سے کوئی

منہ سے آتا ہے جو۔ اب گن کے کرو اس کا شمار — بد خیالات بد اندیشے بُرے سوچ بچار
ڈاہ و کینہ حسد رشک گنہ بغض و غبار — شور و شر جنگ جدل جھگڑا لڑائی تکرار
خود پسندی و خودی خود غرضی آتی ہیں — دل سے منہ تک یہی ناپاک بنا جاتی ہیں

آگیا موسم برسات گھر آئے بادل — کالے بھونرے کی طرح رنگ میں کالے کاجل
ہو گیا دامن میداں میں برس کر جل تھل — جوڑی بیلوں کی لئے کاندھے پہ رکھے ہوئے ہل
بیج بونے کے لئے دیکھو کسان آتا ہے — جمع کرنے کی پھر امید میں بکھراتا ہے

۱۱۱ اُن پرندوں نے ہوا کے جو تھے ہمراہ لگے ۔۔۔ جو کنارے پہ گرے راہ کے دانہ وہ چُگے
کچھ گرے ایسی زمیں پہ کہ جہاں کم تھی مٹی ۔۔۔ گر کے پتھریلی زمیں پر جو اُگے سُوکھ گئے
جو گرے اچھی زمیں پر وہ رہے سب پھلے ۔۔۔ سو گُنا ساٹھ گُنا تیس گُنا بڑھکے پھلے
۱۱۲ جب کے مزدوروں نے اب کھیت کے مالک سے کہا ۔۔۔ آپنے کھیت میں کیا بیج نہ بویا اچھا
کڑوا دانہ ہے یہ پھر گیہوں میں کیسے جا ۔۔۔ ایک دُشمن ہے مرا کھیت کا مالک بولا
جبکہ تم میں سے ہر ایک رات کو سویا ہوگا ۔۔۔ کڑوا دانہ اُسی ناداں نے بویا ہوگا
۱۱۳ بولے مزدور یہ مالک سے اجازت ہو اگر ۔۔۔ کڑوے دانوں کو اُکھاڑینگے ابھی ہم جاکر
بولا مالک نہیں گیہوں اُکھڑ جائیں ۔ مگر ۔۔۔ وقت آنے دو کٹائی کا اِسی موقع پر
کھتوں میں گیہوں کو جمع کراؤنگا میں ۔۔۔ کڑوے دانوں کو الگ کرکے جلاؤنگا میں
۱۱۴ ابن آدم ہے خود اس بیج کا بونے والا ۔۔۔ بیج باتیں ہیں خداوند کی اعلا بالا
سُننے والوں کے جو دل کھیت ہیں انکے اعلا ۔۔۔ بیج کی طرح کلام اِس میں برابر ڈالا
مختلف ان میں زمینیں جو تھیں اُگنے کے لئے ۔۔۔ بعض اُگنے کے لئے بعض تھیں چُگنے کے لئے
تھیں جو چُگنے کے لئے اُن کو بتا دیتے ہیں ۔۔۔ باتیں سُننے میں کب دھیان بھلا دیتے ہیں
بیج کے ساتھ کان اُن اُڑا دیتے ہیں ۔۔۔ سب شیاطین پرندوں کو کھلا دیتے ہیں
فندہ مالک ملوک کو کیا ہوتا ہے ۔۔۔ سب پرندوں کو چُگا جاتا ہے جو ہوتا ہے
اِس میں پتھریلی زمیں سنگدلی کی ہے مثال ۔۔۔ جو کرے سُنتے ہی ایمان کا فوراً اقبال
آئے گر دل برابر بھی مصیبت کا وبال ۔۔۔ خواب میں بھی اُنہیں ایمان کا نہ پھر آئے خیال
جڑ نہ تھمتے ہوئے کی مٹی جو نہ آئی سوکھا ۔۔۔ نام کو بھی تو نمی اس نے نہ پائی سوکھا

۱۱ کیا ہیں کانٹے کہ جو پودوں کو دبا دیتے ہیں / آپ بڑھ جاتے ہیں اور اُن کو گھٹا دیتے ہیں
آپ سرسبز ہیں اُن کو سُکھا دیتے ہیں / ہو کے فربہ اُنہیں لاغر یہ بنا دیتے ہیں
دِل میں یہ فکر کے کانٹے جو کھٹک جاتے ہیں / اہلِ دُنیا ہیں یہ دیں سے بھٹک جاتے ہیں

۱۲ وہ جو اچھی ہے زمیں فصل جہاں خوب آئی / سَو گُنا ساٹھ گُنا تیس گُنا پھل لائی
یہ وہی دل ہیں جو ایمان کے ہیں شیدائی / دینداری میں بڑھے روز ترقی پائی
رُبع مسکوں میں ہیں نام چلانے والے / نہ فقط نام مگر کام چلانے والے

۱۱ یہ ہے افسوس کی جا بلکہ تأسف کا مقام / کڑوے دانوں نے کیا مُشتبہ اس کھیت کا کام
نیک و بد دونوں ہی ہیں ساتھ میں ہیں خاص کہ عام / یُوں نہیں تا روزِ قیام اُن کو رہیگا یہ قیام
جب خداوند یہاں لوٹ کے پھر آئیگا / نیک کو بد سے الگ چھانٹ کے فرمائیگا

۱۱ اَے خداوند خدا جانچ ہمارے دل کو / تُو نے آدھے کو نہ چوتھائی کو سارے دل کو
رکھ جُدا خُون فشاں دِل کے کنارے دل کو / رہنے دے اپنے ہی پہلو کے سہارے دل کو
بدلے میں اس دلِ سنگیں کے ملائم دل دے / راستبازی کے رہِ راست پہ قائم دل دے

راہ میں اس کا کہیں دیکھ کنارا تو نہیں / جس میں آ کر یوں پرندان ہوا گوشہ گزیں
ہم جو سُنتے ہیں ترا پاک کلامِ شیریں، / چُگ نہ جائیں یہ بلا نوش شیاطین کہیں
بخش آئندہ پرند اس میں آنے نہ رہیں، / سُن کے اس کان ہم اُس کان اُڑا نہ رہیں

دیکھ اس کھیت میں پتھریلی زمیں ہے کہ نہیں، / کنکروں کی کوئی تہ اس میں کہیں ہے کہ نہیں
آیا جڑ پودوں کی مٹی کے قریں ہے کہ نہیں / کیا پنپ جائیگا یہ اس کا یقیں ہے کہ نہیں
تُند طوفان بلا چل نہ گیا ہو شاید / بیج اس آگ میں جل نہ گیا ہو شاید

اپنی قدرت سے خداوند مرے دل کو سنبھال — جتنے کنکر ہوں وہ کھود او جو تیرا ہو سال
پائے آنند و تراپاک کلام اس میں کمال — جو گناہ تو عمل تیری سنت سال بہ حال
بارش فیض سے دل نرم و ملائم ہو جائے — اس میں پودا تری تعلیم کا قائم ہو جائے
خار زار غم و اندیشۂ دنیا ہے یہ دل — اس میں سے کاش تعلیم کو کہنا مشکل
کھود کے جڑ سے اسے خاک میں سب جائے مل — اس کو دیکھے جو شگفتہ تو ہو انجیل مجال
تیری تعلیم کا پھر باغ تر و تازہ ہو — دل کا پھر باغیوں کے داغ تر و تازہ ہو
واسطہ اپنی قدامت کا جو ہے جز و ازل — واسطہ اپنے تفاخر کا جو ہے عزو جل
واسطہ اپنی محبت کا نہیں جس کا بدل — واسطہ اپنی رفاقت کا جو دائم ہے ازل
واسطہ اپنی خدائی سے خود انکاری کا — واسطہ اپنی کفالت سے خدائی کا
واسطہ اپنے تجسم کا جو ہے پردۂ راز — واسطہ اپنے تولد کا ہے جس میں اعجاز
واسطہ رحم کا اپنے جو نہیں رحم سے باز — واسطہ اپنے کرم کا جو ہے سرمایۂ ناز
واسطہ اپنے تلطف کا مدارا جو کرے — واسطہ اپنے تکلف کا گوارا جو کرے
واسطہ اپنی صعوبت کا جو تجھ پر آئی — واسطہ اپنی عقوبت کا جو رحمت لائی
واسطہ اپنی مذلت کا جو ہے رسوائی — واسطہ شرم کا اپنی جو نہیں شنوائی
واسطہ تاج کا کانٹوں سے بنایا جس کو — واسطہ سر کا اسی سر پہ سجایا اس کو
واسطہ تجھکو گرفتار کئے جانے کا — واسطہ حلۂ اشرار کئے جانے کا
واسطہ حربۂ خونخوار کئے جانے کا — واسطہ تجھکو سزاوار کئے جانے کا
واسطہ قتل کے فتوے کا جو بے جرم دیا — واسطہ خون کا جو صدر عدالت نے کیا

واسطہ اپنے جگر کا جو جلایا تُو نے — واسطہ بھالے کا پہلو میں جو کھایا تُو نے
واسطہ دل کا جو برچھی سے چھدایا تُو نے — واسطہ آبِ لہو کا جو بہایا تُو نے
مَیں ہوں ناپاک مرا ایل سراسر کھووے — قرمزی داغِ دلی آبِ لہو سے دھووے

کیا ہوئی بارِ خدا شانِ جلالی تیری — اَوج اعلےٰ ترا اور رفعتِ عالی تیری
کچھ جھلک مُردمکِ چشم نے پالی تیری — کھینچ لی آنکھوں میں تصویرِ خیالی تیری
آ تو رکھ لے تجھے مانندِ نظر حدقۂ چشم — گول کمرہ ہو ملاقات کا گھر حدقۂ چشم

حُسن میں تُو بنی آدم سے کہیں تھا بڑھ کر — اب بھی ہے لُطف ترے ہونٹوں میں اسے عمدہ شکر
قند کا ٹکڑا ہے ہر لفظ حلاوت میں مگر — رکھتا ہے حق میں مخالف کے یہی سم کا اثر
مُردہ جی اُٹھتے ہیں اعجاز یہ آواز میں ہے — مُدعی مرتے ہیں انداز یہ آواز میں ہے

آج گتسمنی میں ہم تجھکو فنہا دیکھتے ہیں — دُکھ سہا درد سہا رنج سہا دیکھتے ہیں
ہم وہ آنکھوں سے۔ زباں سے جو کہا دیکھتے ہیں — کیوں پسینہ کی جگہ خُون بہا دیکھتے ہیں
نقد بیعانہ یہ ہوتا ہے خریدارں کا — دردِ سر مول لیا تُو نے گنہگاروں کا
عالمِ نزع ہے یا مَوت کا آغاز ہے یہ — طرزِ آئندہ کی تکلیف کا انداز ہے یہ
سوز جو مَوت میں ہے اُس کے لئے ساز ہے یہ — طائرِ رُوح مگر مائل پرواز ہے یہ
جانکنی جان کے نکلنے سے بہت بھاری ہے — زندگی رکھتے ہوئے مَوت کی تیاری ہے

دُشمن اک دوست نما تھا جو یہودا اُن میں — وہ نہ اُن کا تھا نہ اپنا تھا مگر تھا اُن میں
سب فریسی تھے جہاں جمع وہ پہنچا اُن میں — تاکہ ایمان فروشی کا ہو سودا اُن میں
جس کی قیمت میں دو عالم بھی ہیں کمتر افسوس — بیچ ہی ڈالا اُسے تیس رُپے پر افسوس

۱۴۵ غیر اقوام میں ہیں یا کہ نہ ہوں ایسے حریف   تو بھی ہم میں ہیں مگر ایسے بہت ذات شریف
جو خداوند کو غداروں میں بن بن کے حلیف   بیچتے ہیں پئے اشیائے ضعیف اور کثیف
دل کے عیشائی ہیں ظاہر میں یہ عیسائی ہیں   دین و ایمان فروشی پہ تلے سائی ہیں

۱۴۶ لیکے وہ تیس رُپے نقد کمر سے کر کے چلا   سرنگوں جیب میں گردن زدنی بھر کے چلا
زندہ دُنیا کے لئے دیں کے لئے مر کے چلا   اپنے ذمہ یہ لہو تا بہ ابد دھر کے چلا
اُس کو بوسے سے پکڑواؤں کہا یہ اِس نے   ہے یہی ایک شقی جُرم کے کانجس تے

۱۴۷ فوجِ اشرار لئے باغ تک آیا باغی   لیکے ہیرودیوں کی یہ کمک آیا باغی
تہمت کرتا ہوا کیا ایک بیک آیا باغی   یوں ادا کرنے کو حقِ نمک آیا باغی
صُلح کے شاہ سے مردود دغا کرتا ہے   وہ دُعا کرتا ہے یہ اُس سے دغا کرتا ہے

۱۴۸ شرفِ صحبتِ سہ سالہ پہ فائز تھے رسول   سب تھے مقبول مگر ایک یہ تھا نامقبول
بارشِ رحمتِ باری کا ہے گو ایک اُصول   باغ میں سروِ سہی اُگتے ہیں جنگل میں ببول
پرتو نیک نگیرد چو بنِ شخص بداست   تربیت پے نہ برد در پئے نااہل کہ بست

۱۴۹ شب دُعاؤں میں تضرع سے بتانے والا   راہِ تسلیم پہ وہ پاؤں جمانے والا
بولا سوتے ہوؤں سے اُن کا جگانے والا   آگیا میرا گرفتار کرانے والا
تھی محبت یہ مجھے اُس سے کہ دل ہاتھ میں تول   اُس نے چھوڑا مجھے میں چلتا تھا ساتھ میں گُھل

۱۵۰ جو محبت کا تقاضا تھا کیا میں نے ادا   خود ہی مرنا ہے جسے اُس نے ہے لاچار قضا
بارہا اس کے لئے گو میں شش و پنج میں تھا   بارہ ہاتھ آپ ہوا تین نہ تیرہ میں رہا
بات کی چوٹ پڑی دل پہ نہ یہ سر میں لگی   سختی دل سے مگر جونک پتھر میں لگی

جب سُولوں کی کُھلی آنکھ تو آیا یہ نظر
کہ گھرا مجمعِ اغیار میں ہے خیرِ بشر

کھینچا پطرسؔ نے وہیں اپنی کمر سے خنجر
وار خالی نہ تھا ملکس کا اُڑا کان کَتر

بولا پطرسؔ سے خداوند معافی بس کر
گوشمالی کے لئے ہے یہی کافی بس کر

سچ میں کہتا ہوں کروں باپ سے درخواست اگر
بھیج دے بارہ تُمن سے بھی زیادہ لشکر

رحم سے رکھتے ہوئے رحم کو پھر مدِّ نظر
کان ملکس کا چُھوا کر دیا اچھا چُھو کر

سرِ کفّارۂ اعجاز قناعت کر دی
جُرمِ پطرسؔ کی شفا دیکے شفاعت کر دی

جُھک پڑا مثلِ کماں آپ پہ جب جمِ غفیر
دُور اُستاد سے شاگرد ہوئے صورتِ تیر

کی یہودا سے خداوند نے شیریں تقریر
کیوں میاں بوسہ سے تُو مجھکو کراتا ہے اسیر؟

بیوفا نے تو وفاداری کا کھویا بیڑا
آشنائی کا مگر تُو نے ڈبویا بیڑا

دیکھتے ہیں کسی مے نوش کو جب ہم مخمور
یاد آجاتا ہے یوحنؔ کا ہمیں قتل ضرور

بوسہ بازی کا ہم دیکھ کے رائج دستور
کیوں نہ یاد آئے یہودا کا خطرناک قصور

یوں محبت کو عداوت کا سبب اُس نے بنا
کیوں نہ سر پیٹے محبت کہ غضب اُس نے کیا

تھی کسی شخص کے گھوڑے پہ لُٹیرے کی نظر
تیز پرواز پریزاد پری گونہ تھے پر

تھی اُڑان ایسی کہ ہے برق جہندہ کی خبر
تھا عراقی سے وہ خوشتر عربی سے بہتر

گرگ گیر اتنا بہت دُور کی لانے والا
نہ بھی گھوڑے کے نہ تھا پاس تک آنے والا

جب کسی چال سے ہتھّے ہی وہ گھوڑا نہ چڑھا
کاوہ دے کر وہ لُٹیرا بھی نئی چال چلا

دوڑ کر دھوپ میں ریتی پہ کہیں لیٹ رہا
جیٹھ بیساکھ کا سُورج تھا بدن جلنے لگا

اصل کی طرح سے مصنوعی بخار آہی گیا
اور وہ گھوڑا بھی لئے اپنا سوار آہی گیا

۱۴۷ اُس نے سمجھا کہ یہ بیمار مسافر ہے پڑا — ملنے کیسا ہے بُخار اِس بھلے مانس کو چڑھا
کُود کر گھوڑے سے نزدیک لُٹیرے کے گیا — پُوچھا جائیگا کِدھر اور کہاں گھر ہے ترا
بولا جانا ہے یہاں سے کوئی دو کوس مجھے — کون لیجاتا ہے۔ آتا ہے یہ افسوس مجھے

۱۴۸ ہو گیا رحم سے مجبور جو سُنکر یہ سوار — اُس کو گھوڑے پہ چڑھایا اُسے جانا لاچار
اب لُٹیرے کو کوئی تپ تھی نہ گرمی نہ بُخار — ایڑ گھوڑے کو لگاتے ہی ہُوا ہے نعادِ حیار
پہلے دُلکی سے گیا بعد ہٗ آئی سرپٹ — ٹاپتا رہ گیا مالک وہ لگائی سرپٹ

۱۴۹ تب دی آواز لُٹیرے کو کہ ٹھہرو بھائی — مجھکو گھوڑے کا نہیں رنج کوئی او بھائی
چال جو تم ہو چلے اُس کو پرکھ لو بھائی — ہے سوال ایک جو اب اُس کا مجھے دو بھائی
رحم کرنا کِسی لاچار پہ درکار نہیں — لوگ سمجھینگے لُٹیرا ہے یہ لاچار نہیں

۱۵۰ ایسے ہی تو یہ یہودا نے کیا خُوم کے کام — ہو گیا بوسہ محبت کا اِسی سے بدنام
یہ نہیں صرف یہودا ہی کے سر پر الزام — مُلزم اس میں ہیں بہت شخص وہ ہوں خاص کہ عام
کام وہ کرتے ہیں جو ذکر کے لائق بھی نہیں — کیوں تردد میں ہوں اس فکر کے لائق بھی نہیں

۱۵۱ خود خداوند نے فرمایا یہ ہر چند مجھے — دیتے ہیں ایسے لقب کرنے کو خورسند مجھے
جب یہ کہتے ہیں خداوند خداوند مجھے — تلخیٔ زہر حلاوت میں ہے یہ قند مجھے
صاف میں ان سے کہونگا ہو میرے پاس سے دُور — تم نے اُمید وہ رکھی جو نہ تھی پاس سے دُور
باغ گت سمنی خداوند کے کس کام آئے — گھر کے بھیدی کالگے ہاتھ تو لنکا ڈھائے
بھیڑ کو بھیڑئیے خونخوار پکڑ کر لائے — گرگ پیرت تھے بزرگ آپ بنے مُنہ پھیلائے
دین کے بھیس میں دُنیا کے پرستار تھے یہ — مُنہ میں کچھ دل میں کچھ اس طرح کے مکار تھے یہ

بیٹھے خود مسند دِن پہ صدر عدالت کے شریک — عام قیدی کی پوزیشن میں خلاف انداز تھا ٹھیک
پہلے تحقیق سے ملزم تھا وہ اُن کے نزدیک — رُکنِ اعظم کئے جاتا تھا سوالات رکیک
اُن میں سچائی جو نوری نہ کہیں آدمی تھی — تھا یہ یک یک کا جواب آپ نے جیسا بھی تھی
علم ظاہر میں ہو گو کیسا ہی علامۂ دہر — علم باطن کا نہ ہونا ہے مگر کھانے میں زہر
یہ تو سکت ہے مگر سطح پہ ہے لہر پہ لہر — کر کے یہ صدر عدالت بھی بنی موردِ قہر
یہ نہ جانا کہ خداوند کا فرزند ہے یہ — ظاہر انسان تو باطن میں خداوند ہے یہ
کم کی اِن ذات شریفوں نے شرافت اُس کی — سمجھے کچھ امرِ خفیف آ و مخافت اُس کی
مسخرے سمجھے ہنسی ٹھٹھہ ظرافت اُس کی — مُنہ پہ تھوکا یہ ہوئی گویا ضیافت اُس کی
مُدعی جھوٹے تھے دعویٰ تھا سراسر جھوٹا — محکمہ جھوٹا تھا حاکم بھی تھا بڑھکر جھوٹا
جھوٹ در پیش تھا اور جھوٹ پہ باندھی تھی کمر — مل کے طے کرنا پڑا جھوٹ کا لمبا تھا سفر
دو گواہ اور بھی جھوٹے لئے مخلوط بشر — خیر سے جھوٹھ میں ٹھہرے نہ کسی سے کمتر
ان کا اظہار تھا ہیکل کے گرا دینے پر — تیسرے روز نئے سر سے اُٹھا دینے پر
جھوٹ جو اُن کے دلوں میں تھا وہ مُنہ پر آیا — وہ نہ نکلا جو خداوند نے سچ فرمایا
اِن گواہوں نے مگر ہم کو نہ یہ سمجھایا — کیا ہے ہیکل یہ سمجھتے بھی ہیں اس کو آیا
اِن کھلے مانسوں سے پوچھو یہ بولے جیسے — تین دن میں بھلا بن سکتی ہے ہیکل کیسے
اصلیت کیا ہے اس افسانۂ نو ساختہ کی — کیا ہے فہمید گواہانِ خرد باختہ کی
کچھ نہیں اِن کو خبر پیش و پس انداختہ کی — پٹھا اُلو کا ہے ایک ایک ہے دُم فاختہ کی
یہ نہ سمجھے کہ بتا دیگی یہ ساری باتیں — مدعیوں نے سکھائی ہیں جو ساری باتیں

١٥٩ واقعہ یوں ہے جو ہیکل کو گیا آپ نے صاف ۔ جو فقیہوں کے تھا میلی طبیعت کے خلاف
دیکھ کر اپنے منافع کا سراسر اتلاف ۔ حق میں ہیکل کے وہ کیا کرتے. نارَبِ انصاف
اُلٹے جھگڑے یہ حکومت نے یہاں ہم کو دکھا ۔ کیوں یہ کرتا ہے. کیا ہے تو نشاں ہم کو دکھا
١٦٠ آپ بولے جو نشاں کرتے ہو یہ مجھ سے طلب ۔ ڈھا دو ہیکل یہ تم اور بعد ازاں دیکھو گے سب
تین دن میں پھر اٹھا دونگا اُسے گو ہے عجب ۔ سامعین اس کا سمجھ سکتے نہیں خود ہی مطلب
جان سے مارینگے کہتا ہے یہودی مجھکو ۔ زندہ ہو جاتا ہے پھر تیسرے دن ہی مجھکو
١٦١ بات کیسی تھی کیا اس کا بتنگڑ کیسا ۔ دل کا کالا تھا ہر ایک لال بجھکڑ کیسا
ظلم کی آندھی تھی ظلمت کا تھا جھکڑ کیسا ۔ ضد ہے وہ اڑ گئی یہ ہٹ سے گیا لڑ کیسا
پڑ گیا جبکہ جوابات کے چکر میں سوال ۔ رکنِ اعظم نے کیا آپ سے آخر میں سوال
کیا تُو اُس قدس الاقداس کا بیٹا ہے مسیح ۔ غلطی میں نہ رہیں ہم جو بتا دے تو صحیح
١٦٢ بول تو کرتا ہے کیوں اس کی زیادہ تنقیح ۔ جو کہے آپ ہی پھر اُس نے کہا صاف و صریح
باپ کے دہنے جگہ پاتے ہوئے دیکھے گا ۔ بادلوں پر بھی اُسے آتے ہوئے دیکھے گا
١٦٣ رکنِ اعظم نے سُنا ہوشربا جب یہ سخن ۔ پیرہن چاک گریباں سے کیا تا دامن
حیف پیدا نہ ہوئی کوئی بھی دل میں اُلجھن ۔ تاکہ مجرم کے خوں پر نہ وہ کرتا قدغن
مختلف کفر سمجھنے میں نہ آراء ہوئے ۔ واجب القتل ہے سب متفق الرائے ہوئے
اے خداوند خدا ابنِ خداوند خدا ۔ صبر و برداشت کا میدان ترے ہاتھ رہا
تجھ پہ کیا کیا نہ ستم صدرِ عدالت نے کیا ۔ کی نہ اُف تک نہ تھا لبوں پر کوئی شکوہ نہ گلا
پس اسی وجہ سے مسجودِ خلائق تو ہے ۔ گھٹنے سب جھکتے ہیں معبودِ خلائق تو ہے

صبر و برداشت یہی دل کو بنا جائیں حلیم　　بردباری کے نمونے ہمیں دے تعلیم
تری ہی سی ہو ہمیں راہِ رضا کی تسلیم　　ہم ترے نقشِ قدم پر ہوں بہ دستورِ قدیم
اس پہ اعدا کا بھی تیروں سے ترکش ہو جائے　　پاؤں سے سر نہ سرک جائے ہمہ تن گوش ہو جائے

شب کٹی صدرِ عدالت نے سحر ہوتے ہی　　اس سراپائے قیادت نے سحر ہوتے ہی
فتنہ زا بانیٔ آفت نے سحر ہوتے ہی　　یعنی اعدا کی جماعت نے سحر ہوتے ہی
آ کے خداوند کو پابندِ سلاسل لا کر　　بابِ پنطوس کی زنجیر ہلائی جا کر
اہلِ فریاد غل و شور مچانے آئے　　شر کے بانی تھے شریروں کو بلاتے آئے
راہ میں گردِ شرارت کی اڑاتے آئے　　شورشِ عام کا یوں رنگ جماتے آئے
پوچھا حاکم نے کہ اس مرد کو کیوں لائے ہو　　طول سے کیا ہے کہو غرض کیوں آئے ہو
جرم تحقیق ہوا تھا نہ ابھی تک کوئی　　ان میں جرأت کہ کوئی کرتا تو بات کوئی
تھا یقین ان کو نہ کر بیٹھے کہیں شک کوئی　　تھا نہ اس سودے کا اس ہاٹ میں گاہک کوئی
گول اک بات کہی اور وہ کیا کہہ پاتے　　یہ جو بدکار نہ ہوتا تو اسے کیوں لاتے
یہ جو ایوانِ کچہری میں نہ جا سکتے تھے　　کھچڑیاں اپنی جو باہر ہی پکا سکتے تھے
دم تو مچھر سے گھٹے اونٹ چبا سکتے تھے　　خونِ مجرم کا پانی سا بہا سکتے تھے
عیدِ ذبیحی نے دل میں جو جگہ پائی تھی　　ہوش ناپاک کہ اب تک نہ فسح کھائی تھی
کون تھا شرع کا پابند ذرا سوچو تو　　یہ فریسی کہ خداوند ذرا سوچو تو
مرکز کا ہے قرآن گند ذرا سوچو تو　　کس میں ہے سم کس میں ہے گلقند ذرا سوچو تو
وقت پر کھائی فسح اس لئے وہ محروم ہے　　رات بھر در پئے خونریزیٔ معصوم ہے

۱۷۱ بیٹھا مسند پہ پلاطُس ہے خداوند کھڑا ۔۔۔ اتفاق آج یہ اُفتاد سے کیا آ کے پڑا
دیکھو حاکم جو یہ چھوٹا ہے تو محکوم بڑا ۔۔۔ تن بہ تقدیر تھا تدبیر سے معصوم لڑا
موقعہ ہاتھ آیا تھا قسمت نے پلاطُس کے لئے ۔۔۔ چھوڑ دیتا جو مسیحا کو تھا فخر اُس کے لئے

۱۷۲ دُور اندیش نہ تھا بلکہ نہ تھا موقع شناس ۔۔۔ بُزدلا۔ لالچی کر بیٹھا مگر پاس کا پاس
لعنتِ عام سے تبدیل کیا حق سپاس ۔۔۔ چھوٹتے چھوٹتے تُرک کیا وہمی خناس
خود کہا جانچ کے جب جانچ میں آیا نہ قصور ۔۔۔ مدعیوں سے کہ میں نے کوئی پایا نہ قصور

۱۷۳ مدعی جان کے بھوکے تھے بڑے تھے بیدرد ۔۔۔ نرم کیا ہوتے بڑے دل کے کڑے تھے بیدرد
ہٹ کے ہتھے پھر لگانے یہ کھڑے تھے بیدرد ۔۔۔ بے کہے کیا نہیں اس ہٹ پہ اڑے تھے بیدرد
بولے کُل ملک میں یہ قوم کو بہکاتا ہے ۔۔۔ جزیہ قیصر کو نہ دینا یہی سمجھاتا ہے

۱۷۴ مختصر قصہ ہے یہ بھی نہ بہت طول و طویل ۔۔۔ آپ نے شادی شہزادہ کی دی تھی تمثیل
اُس میں آئے نہ بُلائے ہوئے ایسے تھے ذلیل ۔۔۔ ان ہی حضرات پہ جب ہو گئی چسپاں یہ دلیل
کی یہ تجویز کہ کیسے اسے باتوں میں پھنسائیں ۔۔۔ کاش پھنس جائے یہ گھاتوں میں تو پھانسی چڑھائیں

۱۷۵ گٹھ کے آپس میں ہیرودیسیوں کی لیکے مدد ۔۔۔ بُغض کی دل میں گرہ رکھ کے بصد کاوشِ کد
اس خداوند کے پاس آ گئے جب اہلِ حسد ۔۔۔ پہلے خوش خلقی سے آداب بجا لائے یہ بد
پھر کہا۔ عرض کیا جائے روا ہے کہ نہیں ۔۔۔ جزیہ قیصر کو دیا جائے روا ہے کہ نہیں

۱۷۶ چال کا جال بنا لائے فریسی مکار ۔۔۔ اُڑتی چڑیا کے پھنسانے کو کہ اچھے شکار
آپ کترائے مگر بھانپ کے اُن کی رفتار ۔۔۔ مجھکو سکہ تو دکھاؤ یہ کہی اُن سے گفتار
یہ ہے سکہ۔ کہا چہرہ یہ بنا ہے کس کا ۔۔۔ بولے قیصر کا۔ کہا دو اُسے حق ہے جس کا

قصہ اصل یہ ہے جس کو بدلتے ہیں یہاں | کیا ہی راہ یہ تحریف کی چلتے ہیں یہاں
کھا گئے منہ کی وہاں اُلٹی اُگلتے ہیں یہاں | اپنے ہی جال میں پھنسکے نکلتے ہیں یہاں
پُوچھا پنطوس نے کیا کہتے ہیں یہ تجھکو بتا | بادشہ کیا تو یہودیوں کا ہے مجھکو بتا
بادشاہی کا دیا یوں جو پلاطس نے خطاب | تُو ہی خود کہتا ہے منجی نے دیا اس کو جواب
بولا پنطوس یہ سنتے ہی بصد استعجاب | میں نہیں بلکہ یہ کہتے ہیں یہودی احباب
لیکن افسوس انہیں نے تو پھر انکار کیا | کب کیا شاہیِ قیصر کا جب اقرار کیا
عذر بیجا ہے کہ معلوم نہ تھا اُن کو صحیح، | بادشہ اُن کا یہی تو ہے خداوند مسیح
جبکہ یہ کا کے صحیفہ میں لکھا ہے بصریح | خود ہیرودیس نے کروائی تھی اس کی تصحیح
جب مجوس آئے تھے تار اجب انہیں لایا تھا | جب ہیرودیس معہ شہر کے گھبرایا تھا
جبکہ قیصر کا یہ فرمان ہوا تھا جاری | ہو قلمبند حکومت کی رعایا ساری
یُوسف اور مریم صدیقہ اقدس کنواری | پہنچے تھے بیت لحم میں تو تھا مجمع بھاری
نہ مکانوں میں جگہ تھی نہ سرا میں جا تھی | اصطبل ہی ہوز چاخانہ یہ جا میں جا تھی
بادشہ کہکے لیا اُس کا مجوسیوں نے نام | اور فریسیوں نے مولد کا بتایا تھا مقام
قتل بچے بھی ہیرودیس نے کرائے تھے تمام | بادشاہت کا نہ رونا تھا تو کیوں تھا کہرام
دو دلے منہ سے یہ کہہ کہکے مگر جاتے تھے | تب اُٹھائے نہیں اُٹھتی تھی جو دھر جاتے تھے
بات بربات کئے جاتے تھے کھولے تھے دہن | کفر کار کھنے تھے کف منہ میں یہ گرگان کہن
دستِ حیرت تھا پلاطوس کا پکڑے دامن | آپ خاموش تھے گویا تھا زباں پر یہ سخن
گو مقالے بہ مقالے کہ زجاہل باشد | چہ جوابے بہ سوالے کہ زجاہل باشد

۱۸۲ بادشاہت کا کیا جبکہ پلاطس نے سوال — آپ سمجھے کہ مٹا رہے یہی جا کے مقال
آپ بولے کہ حقیقت میں ترا سچ ہے خیال — خواب اس عالمِ فانی کا مگر دل سے نکال
ورنہ میداں میں اُترتی وہ چڑھائی کرتی — تیرے لشکر سے مری فوج لڑائی کرتی
۱۸۳ بیکسی سے میں گرفتار نہ ہوتا زنہار — دیکھ تنہا ہوں نہیں کوئی مرا پیرو کار
ملزموں کی طرح تو مجھ سے نہ لیتا اظہار — شور و شر ایسا شرارت سے نہ کرتے
کیا تو ہے بادشہ؟ پنطوس نے تب اُس سے کہا — بادشہ ہوں میں یہ بھی پلاطس سے کہا
۱۸۴ آیا دنیا میں ہوں تا دوں میں گواہی حق پر — وہ جو حق سے ہے وہی سنتا ہے میری بخبر
کیا ہے حق؟ اتنا پلاطوس بس اُس سے کہکر — اپنے ایوان کچہری سے خود آیا باہر
اُن سے بولا کہ میں تفتیش کئے جاتا ہوں — یہ ہے تحقیق کہ مجرم اس میں نہیں پاتا ہوں
۱۸۵ دیکھو اس عیدِ فسح میں ہے تمہارا دستور — ایک قیدی کو وہ کوئی ہو رہائی دوں ضرور
اب برباس یہاں ایک ہے ڈاکو مشہور — دُور و نزدیک کی ہے جس سے رعایا رنجور
چھوڑدوں مجرم کو کہ بیجرم مخطا کو چھوڑدو — چھوڑدوں قزاق کو یا مردِ خدا کو چھوڑدوں
۱۸۶ لیکن افسوس کہ غماز فریبیوں نے — حیلہ انگیز دغاباز فریبیوں نے
کر کے بلوا یہوں سے زر فریبیوں نے — کہدیا ہو کے ہم آواز فریبیوں نے
سُن ہماری یہ تمنا ہے برباس کو چھوڑ — دے صلیب اس کو جو عیسیٰ ہے برباس کو چھوڑ
تازیانہ کھلی پے پشتِ پلاطس یہ صدا — کوڑے لگوائے خداوند کے اے بارِ خدا
پھٹ پڑی کیوں نہ چھت ایوان کچہری کی بھلا — ایسا دبتا کہ اُبھرتا نہ دبانے والا
بزدلی تے یہ زبردست جو لوئی پر ہوا — شورِ عام اُس کے دبا بیٹھنے کو شیر ہوا

تن کا بتوں کا بنا کر یہ قدرتِ دیگر را — ورد سے خدا بدل ملت بنی میں چھپا
دیکھ بتوں کی چھیچھڑان بہت سے بہا — سُرخ خیمہ ہوا اور چاہ و بخت ان بھی بھرا
دشمنوں دیکھ کے یہ جوان وان جوش میں تھا — عام بھوت تھے ان کا غضب میں تھا
چھوٹی ہوئی ایک قدرتی پوشاک تھی — جسم نہ رب خداوند کو پھر پہنا دی
اس کو آداب شہ بھی سکھلائے تھی — گو کہ تمسخر کی تھی نیت ان کی
دست غیب اپنا مگر کام کئے جاتا تھا — عہدۂ بادشہی اس کو دئیے جاتا تھا
باطنِ سفر پہ کسی اپنی کمر — لایا اس ہیبت شاہانہ سے اس کو باہر
تاکہ سفاک و یہودیوں کے ہو دل پہ اثر — موم ہو جائے کسی طرح پگھل کر پتھر
اس میں کچھ جرم نہیں اس کو بنا کر بھی خوب — بادشہ ہے یہ تمہارا اسے پہچان لو خوب
دو قوف نہ کرو بولے ہوئے مردِ عقیل — اس کی تصلیب ہے کیوں قوم کو کرتے ہو ذلیل
اس کی کثرت سے نہ ہو سلطنت نہ قلیل — کچھ تغیر نہیں اب آگے کو کرو تبدیل
کر کے تنبیہ اسے چھوڑ دوں بہتر یہ ہے — کرمِ مفت کا احسان یوں بہتر یہ ہے
بے ہودگی نہ ہو گو سلطنت و رومہ پہ زد — اس کے بے مارے جائے میں اہل حسد
اس کی تعلیم سے ہیں ان کی یا کا بیان بد — خیر اندیش وہ ان کا یہ اُسے کہتے ہیں بد
یہ نہیں چاہتے ہیں سلطنت حق آئے — خواہ نہیں یہ اسی رومہ کی یہ زوال آئے
نے تحقیق تو سمجھ تیرے خیالات میں کیا — واقعات کہنہ کا کشف حالات میں کیا
کیا جوابات میں اور تجھ سے سوالات میں کیا — تیرے افعال لگے در پئے یہ زوالات میں کیا
مختلف عجوں میں آیا نظر آئے مسیح — کیا ان تینوں میں شکل کوئی پائے مسیح

195 بہ قیاس اپنا ہے اس میں جو غلط ہو نہ خیال　　ہیں پلاٹس کی اسی چال کی اکثر اشکال
چال بے ڈھنگی ہماری ہے سر اُس کے ہے وبال　　کیا مسیحوں کی ہے غیر مسیحوں میں چال
زرہ جمی رفتار کے کانٹوں سے بناتے ہیں تاج　　غیر عیسائی یہ اُس کے لئے لاتے ہیں تاج

196 پوپ ہے لارڈ بشپ آرچ بشپ یا بشپ　　فادر اور پادری رکھتے ہیں جو عہدوں کی ٹپ
اختلافاتِ عقائد کی جو چڑھ جاتی ہے تپ　　سب کے سب تنتے ہیں بحران کے دوران کی گپ
یہی کانٹے ہیں جنہیں غیر مسیحی پا کر　　رکھتے ہیں سر پہ خداوند کے بس لا لا کر

197 باہمی رنج و کدورت و بغض دل آزار کے خار　　جنگ کے بیٹھنے کے جھگڑے کے تکرار کے خار
جسپی سے بے ڈھنگی کے افیونی کے میخوار کے خار　　اونچ کے نیچ کے سرمایۂ پندار کے خار
غیر عیسائی یہ عیسائیوں سے لیتے ہیں　　تاج میں رکھ کے خداوند کو دکھ دیتے ہیں

198 بغض اور رشک عداوت کے کئی خارستاں　　ضد تنظیم جماعت کے کئی خارستاں
مختلف طرزِ عبادت کے کئی خارستاں　　فرع کیا اصل کی بدعت کے کئی خارستاں
بس یہی کانٹے جو اس تاج میں لگ جاتے ہیں　　ان کے چبھنے سے خداوند یہ دکھ پاتے ہیں

199 ہو جو کمزور جماعت میں دبانا اُس کو　　متفق ہو کے گرا دیں نہ اٹھانا اُس کو
پاس آتا بھی ہو تو دور ہٹانا اُس کو　　کر کے پامال یوں مٹی میں ملانا اُس کو
جن کے کانٹا یہی اُس تاج میں جا لینا ہے　　یہ بھی چبھ چبھ کے خداوند کو دکھ دیتا ہے

آج کتنے ہیں جماعت میں جو یاس یہاں　　جیسے گرجہ میں فرشتے تھا ایک مرد وہاں
چشم پوشی سے نہیں کوئی بھی اُن کا نگراں　　اُن کی تعریف میں منہ سوکھتے ہیں جو ہے زباں
یہ بھی کانٹا ہے اسی تاج میں پنہاں دیکھو　　ہے خداوند کو تکلیف دہ جاں دیکھو

۲۰ ان فریبیوں کو گو اُن کو رجھایا ہر چند — منّت احسان کرم، آشتی آیا نہ پسند

بولے حاکم سے کہ یہ طرز نہیں فائدہ مند — دے صلیب اِس کو کہ ہیں نفع ہو اِس میں گزند

دوں صلیب اِس کو قصور اِس پہ نہیں کوئی بھی — بیوقوفی ہے شعور اِس میں نہیں کوئی بھی

۲۰۱ تب بولے کہ وہ بنتا ہے خدا کا بیٹا — واجب القتل شریعت کا ہے اپنی فتوا

میں ہوں حیرت میں پلاطس نے نہ کیوں اُن سے کہا — تم تو خود کہتے ہو ہم سب میں بشر ہو کے خدا

تم خدا اِن کے سمجھتے ہو کہ ڈر کس کا ہے — کہا ہے بیٹا ہوں خدا کا یہ جگر کس کا ہے

۲۰ اَب گنو اپنی شریعت میں کہ کتنے ہیں خدا — ایک تو آپ خدا ۔ دوسرا حضرت موسا

تیسرا اِبْت ہے تو ابلیس ہے اِن میں چوتھا — پانچواں پیٹ خدا ہے چھٹا حاکم اپنا

یہ خدا اِن کے نہ یوں قتل کے لائق ٹھہرے — صرف بیٹا ہو وہ کیوں قتل کے لائق ٹھہرے

۲۰ برخلاف اِس کے یہ سنتے ہی وہ نادان ڈرا — ہو کے حیران خداوند یسوع سے کہا

کیا بُرائی ہے نہیں بولتا کیوں چپ ہے بھلا — اختیار اور مری قدرت کو نہیں جانتا کیا

خواہ ماخوذ کروں خواہ صفائی دیدوں — خواہ مصلوب کروں خواہ رہائی دیدوں

بات حق تھی مگر اِس حق پہ عمل تھا مشکل — گرگ درندہ فریسی تھے پلاطس بزدل

ڈھونڈھتا تھا کہیں مل جائے اُسے چھٹنے کا حل — تا ہوا ان بلیوں کے خوف سے اُس میں داخل

کاہن اور عام اُسے بھوت نظر آتے تھے — کیا کہیں ہاں وہ کہ جم دوت نظر آتے تھے

اب جگانے کو پلاطس کے جو تھا خفتہ ضمیر — اُس کی بی بی نے خبر دی وہ تھی بیدار ضمیر

اِس نکوکار سے جو واقعی ہے بے تقصیر — رکھ نہ کچھ کام مرے خواب کی یہ ہے تعبیر

میں جو بے چین رہی اُس کے سبب سے شب بھر — رات آنکھوں میں کٹی رنج و تعب سے شب بھر

۲۰۰ آج کل کہتے ہیں حکام بلادوں مزاج
نتیجہ باز عدالت میں سنبھلے وراج
بدتر از مردہ کرے ان کی ہی کرتوت انہیں

فیصلہ اس کا بھی کل تک کا جو کرتے ہیں وہ آج
کرلیں کیونکہ یہی اب تخت عدالت کا راج
تخت ملاؤں نے تختہ تابوت انہیں

۲۰۸ آپ بس ایک کرے گو تو سپید اور سیاہ
کر دیا جس نے خدا نے ترے ہو با آگاہ
اختیار اک بھی ذرہ نہیں تیرا مجھ پہ

تو کہی دوری ہے یہ تجھکو ملا خواہ مخواہ
کم ذہن تیری ہے اور اس کا زیادہ ہے گنہ
بس یہی فیصلہ ہے دیکھ یہ میرا تجھ پہ

۲۰۹ سن کے یہ چونکا بڑا نیند سے حاکم کا ضمیر
مدعیوں سے کہا زندہ دکھا کر تصویر
سن کے چلائے سب اصرار کیے جا لے جا

پھر لگا کوشش میں رہائی کی ہو کوئی تدبیر
بادشہ دیکھ لو اپنا کہ وہ ہے بے تقصیر
تو صلیب اس کو اسی شکل پہ دے جا لے جا

۲۱ فصل مختاری انسان و الٰہی تقدیر
اپنی مرضی تھی پلاطس کی نہ دیتا تعزیر
تھی جو تقدیر الٰہی کہ خداوند مرے

پائے آزادروی میں نہیں رکھتے زنجیر
دی جو تعزیر تو کی اپنی رضا سے تقصیر
لگ گیا فتوے شاہی کہ خداوند مرے

۲ مرضیاں دونوں ہیں تقدیر الٰہی میں یہاں
پردہ راز میں پوشیدہ جو مرضی ہے نہاں
اس کی تقسیم ہے فطرت کے قوانین کے ساتھ

ایسی ہی موقع نازک پہ ہیں محتاج بیاں
باز پرس اس کی نہیں اس سے بری ہیں انساں
کچھ تعلق نہیں ایمان کے اور دین کے ساتھ

ظاہری مرضی بتاتی ہے مشرح احکام
اس کو کہتے ہیں شریعت کی زباں میں الہام
جو کچھ انسان کو کرنا ہے وہی احکام میں ہے

اس کی مرضی ہے عیاں ان میں تفصیل تمام
سب پہ یہ فرض ہیں واجب ہیں وہ ہوں خاص کہ عام
جو نہ کرنا ہے کہ ڈرنا ہے وہی احکام میں ہے

٢١٢ جب چلا طوس نے دیکھا کہ دو کاوش ہے بہت
شر فریبوں میں دیکھے جو شورش ہے بہت
اس کو مصلوب کئے جانے کی کوشش ہے بہت
ظلم و انصاف میں جانبی کاوش ہے بہت
عدل کہتا ہے اسے چھوڑ دے قانون ہے یہ
ظلم کہتا ہے کہ فتویٰ دے نہ ڈر خون ہے تو

٢١٣ دیکھا سودائیوں کا جوش جو وابستہ خوں
بیوقوفی کا بلاطس کے چڑھا سر پہ جنوں
پانی منگوا کے کہا ہاتھ میں اپنے دھوؤں
پاک میں اس کے لہو سے ہوں ان سے کہہ دوں
یہ نہ پانی سے دُھلے کہتا تھا دل کا دھڑکا
خون کا داغ ہے دھبہ ہے نہیں کیچڑ کا

٢١٤ ہاتھ دھوتے ہوئے دیکھا جو یہودیوں نے
جوش خوں نوش میں بیہوش بہک کر بولے
خون گردن پہ ہماری یہ گلے تک پہنچے
صرف ہم پر ہی کیا اولاد کے اوپر بھی رہے
سچ بھی ہو کر ہی رہا دیکھنے میں آیا ہے
جس زمیں پر ہوا یہ خوں بنکے شفق چھایا ہے

٢١٥ لاکھوں ہی قتل یہودی ہوگئے اولاد سمیت
ان کی اولاد پہ آیا لہو اجداد سمیت
ہر جگہ جاتے ہیں گر پڑتے ہیں یہ افتاد سمیت
ان میں ایماں کبھی اگر ہے تو ہے الحاد سمیت
مٹ گئے لُٹ گئے گھر چھٹ گئے آوارہ ہیں
کٹ گئے قوم سے اور کٹ گئے آوارہ ہیں

٢١٦ دیر سے ٹال رہے تھے جسے آئی وہ گھڑی
رہتی ہے ظالم و مظلوم کے سر پر جو کھڑی
جس کی امداد کے لئے روم کی کوشش تھی بڑی
بھیجیں کس طرح سے طے ہوتی ہے منزل یہ کڑی
اب جگر تھام لیں اس نظم کے پڑھنے والے
ضبط سے کام لیں اس نظم کے پڑھنے والے

٢١٧ آہ کیا ظلم تہِ عرش بریں ہوتا ہے
پارہ پارہ دل مغموم و حزیں ہوتا ہے
یہ ستم روئے زمیں پر بھی کہیں ہوتا ہے
ہاں یہ روما کی عدالت میں یہیں ہوتا ہے
حق میں مجرم کے فتویٰ ہے نظر غرب کرو
جرم دو کیونکہ ابھی ناقہ پہ مصلوب کرو

۲۱۹ کیا نہ تھی ضابطہ روم میں اس کی بھی سبیل — جس سے مل جاتی فریقین کو میعاد اپیل
حکم ہوتے ہی ہوئی حکم کی کچھ کیوں تعمیل — کوئی پوشیدہ سبب ہوگا جو کر دی تعجیل
آخر الامر اسی کا تو یہ انجام ہوا — قیصر روم سے یہ مورد الزام ہوا

۲۲۰ اے خداوند خدا میرا زیادہ ہے گناہ — میں سیہ نامہ اعمال بھی میرا ہے سیاہ
تری ہی مجھ پہ بھی لب کی تھی جو پطرس پہ نگاہ — زار و زار اشک ہوں آنکھوں سے رواں اے مرے شاہ
مجھکو بھی ساتھ لئے چل کہ مروں تیرے ساتھ — شاد ہوں شہ یہ دیئے چل کہ وہاں جاؤں ترے ساتھ

۲۲۱ چار دن ہو گئے ہیں کھانا نہ ملا کھانے کو — گبر خود پیتے تھے پانی ترے ترسانے کو
غش پہ غش آتے تھے کمزوری بڑھا جانے کو — چھینٹے دیتا تھا غرق ہوش میں لے آنے کو
سختیاں اپنوں کی غیروں کی کڑی جھیلے ہیں — وہ جو پاپڑ تھے ہیں بیلنے خود بیلے ہیں

۲۲۲ اب صلیب اس سے سپاہیوں نے اٹھوائی ہے — بیکسی ورثہ سہارے کے لئے آئی ہے
کوئی ساتھی نہیں ساتھی ہے تو تنہائی ہے — شور و شر کے لئے ایک مجمع غوغائی ہے
تن ہی تنہا جسے بھاری ہو اٹھاوے وہ صلیب — زندگی سے بھی جو عاری ہو اٹھائے وہ صلیب

۲۲۳ سر اٹھانے کو صلیب لے قد آزاد جھکا — تیری تعظیم کو سر غیرت شمشاد جھکا
ہو کے خود خم فلک بانی بیداد جھکا — میں بھی کرتا ہوا یہ نالہ و فریاد جھکا
آ مسیحا مرے دل میں غم عالم ہو کر — بار ہائے غم عالم سے رہوں خم ہو کر

۲۲۴ اے مرے ضعف کے صدقے تری ہمت کے نثار — تیری برداشت کے صدقے تری جرأت کے نثار
صدقہ فاقوں کے تری پیاس کی شدت کے نثار — تیری تکلیف کے اور تیری مصیبت کے نثار
جان قربان تری ذلت و رسوائی پر — بے مددگاری و بے یاری و تنہائی پر

کیوں صلیب اُٹھتی نہیں کس لئے یہ بھاری ہے
لعنت و قہرِ الٰہی غضبِ باری ہے
رحم و انصاف کی میزان اسی پر ہوگی
اس پہ کیا سارے ہی عالم کی گنہگاری ہے
اس پہ کیوں بیچ سے چڑھنے جانے کی تیاری ہے
وزن لاچاری انسان بھی اس پر ہو گی

یہ حکایت ہے کہیں ایک روایت میں رقم
جاتا تھا کھاتا ہوا ٹھوکریں ہر گام و قدم
ایک بیچ وہ دی کے اسی بارِ گرانبار کے ساتھ
جب صلیب اپنی لئے مرد غم و رنج و الم
دم کے دم کے لئے لیتا تھا کہیں دین دم
ہو گیا پیٹھ لگا کر کھڑا دیوار کے ساتھ

شور و غل سُن کے وہ مردک نکل آیا باہر
وہ بھی چلتا ہوا غمناک یہ اس سے کہکر
جبتک آ جاؤں نہ واپس یونہیں چلتا تو رہے
بولا اس مرد الم سے کہ چلا جا نہ ٹھہر
آج سے تو بھی چلا جا نہ ٹھہر آٹھ پہر
یونہیں چلتا تو رہے بس یونہیں چلتا تو رہے

کہتے ہیں اب بھی رواں صورتِ پرکار رہے وہ
گرد یہاں گاہ وہاں صورتِ پرکار ہے وہ
ہوگی اس دہر میں جب آمد ثانی اس کی
دائرہ ہی میں دواں صورتِ پرکار ہے وہ
یونہیں چکر میں یہاں صورتِ پرکار ہے وہ
زجر ہو پھر زباں شوخ بیانی اس کی

خیر سے ہم میں خود ایسے نہیں کچھ کم ہیں بشر
دل میں یاں ملتے ہے رشک و حسد فتنہ و شر
دل کی دیوار سے لگ کر ہو کھڑا بھی ہٹ کے ہم
جو خداوند سے کہتے ہیں چلا جا نہ ٹھہر
صلح دامن کے شہزادے کا پھر کب ہو گزر
دنیوی عیش منغض ہو اسے کیوں بلا میں

اب بنا نے کے پھیر میں رہتے ہیں رہیں
جہانِ بطلان کے اندھیر میں رہتے ہیں رہیں
کام آئے نہ خداوند کی لاچاری میں
عیش و عشرت کے گھیرے گھیر میں رہتے ہیں رہیں
ان کے احوال اگر اندھیر میں رہتے ہیں رہیں
خستہ ہو کر یہ پڑینگے ابدی خواری میں

۲۱ آگے رکھنے کو جو جیسے ہی بڑھے تھے قدم
بار بار اٹھ کے جو ہٹتے تھے اٹھے تھے قدم
صورتِ نقشِ قدم ہر قدم اڑتے تھے قدم
ٹھوکریں کھاتی تھیں بن بن کے اڑتے تھے قدم
کربِ بے تابیِ صلیب آپ کو تا دور آیا
کچھ تو چارا نے سپاہی بھی کہ چارہ آیا

۲۲ چارہ ناچار سپاہی بھی ہوئے اب لاچار
تھے تم گار وہ اک شخص کو پکڑا بیگار
آتا تھا شہر کو جاتا تھا لیا اس کو پکار
لے کے پہنچے وہ صلیب ...
کیا صلیب آگے نشانِ فوج کی ٹھہرائی ہے
کلوری جنگ کا میدان بنی آئی ہے

۲۳ پہلے تھی صدرِ عدالت میں شیاطین سے جنگ
دین پرور ہے بے دینوں کی دینی جنگ
ان کے خود ساختہ آئین و قوانین سے جنگ
بحث ہے بحث کی بحث فضا میں ہے جنگ
صبر سے حلم سے برداشت سے تو لڑتا تھا
زور و تذویر سے ہر غرہ وہ جو لڑتا تھا

۲۴ دوسری جنگ اپلاطوس کے دربار سے تھی
یعنی خود سلطنتِ روم کی سرکار سے تھی
دنیوی اسلحہ سے حرب کے پیکار سے تھی
دانی ایل کی بھی نبوت کے ہر آثار سے تھی
شاہ بابل کو جسے بخت نصر کہتے ہیں
مورتِ ہم خواب میں آ دکھی نظر کہتے ہیں

۲۵ خواب دیکھا تھا پریشان تو پریشان تھا وہ
آئینہ ہو نہ سکا اس لئے حیران تھا وہ
تھا فلاطوس خیالی سر ہیجان تھا وہ
مثلِ بُت جیسے بے حرکت و بے جان تھا وہ
اہلِ دربار کھڑے سکتے میں تو کیا کہہ سکتے
بیدھڑک دل کی دھڑک سے بھی وہ کب رہ سکتے

۲۶ دست بستہ وہ بہ زانوئے شکستہ بولے
داب آدابِ شہی سے بہ دبِ لب کھولے
پہلے جاں بخشیِ خدام غلاماں ہو لے
ہاتھ پھر دشمنِ جاں جان سے اپنی دھو لے
موجبِ فکر ہے کیا باعثِ تشویش ہے کیا
کیا ہے تشویشِ شہا مانعِ تفتیش ہے کیا

۲۲ تب شہنشاہ دمشق نے وزیروں سے کہا
جن کو دعویٰ تھا تدبر کا دبیروں سے کہا

مشورت ہو کہ نہیں شہرت کئی تیروں سے کہا
امرا فشا طلب زر، امیروں سے کہا

فال گیروں کو نجومیوں کو دعاؤں کو لاؤ
ساحروں شعبدہ والوں پنڈتوں ملاؤں کو لاؤ

۲۲ خواب کیسا ہے یہ جس کا نہیں مجھ کو خیال
تب سے بیتاب ہوا ہے دل دھڑکنے کا حال

لائے وہ آئے رمل پھینکنے والے رمال
عرش کی گردش ان دیکھ کے کل ہیئت حال

جان پہ خواب کہیں مل کے کریں ہم تعبیر
بہ حیرت ہو قلم سر جو ہو مبہم تعبیر

۲۲ ہو گیا خواب خیال اس نے کہا رات کا خواب
یاد آتا ہی نہیں بھول گیا تھا وہ جواب

ورنہ اس جرم میں دوں گا میں تمہیں سخت عذاب
اور سر ہو بدست کی تیغ ہے جناب

گئے مہلت کی وہ جب اگر گزر پاتے ہی
دانیال آئے یہ مخدوش خبر پاتے ہی

۲۲ بادشہ سے یہ کہا اس نے کہ اے شاہِ عظیم
شاہِ کونین جو یکتا ہے خداوند کریم

منقلب کرتا ہے جو سلطنتوں کی تقسیم
خواب میں تجھ پہ عیاں کر دی ہے ان کی تقسیم

یاد کر سوتے میں جس شکل کی مورت دیکھی
سر تو سونے کا وہ رکھتی تھی جو مورت دیکھی

۲۱ سر کی تعبیر ہیں تو آپ ہے شاہِ بابل،
خواب میں بھی ملا جم کو یہ جاہِ بابل

ہے کوئی جاہ نہ سخ حسن میں جاہِ بابل
ماہ بخت سے کہیں بڑھ کے ہے ماہِ بابل

سات افلاک نے ہیچ ہے بڑھاتا تجھ کو
اوج اقبال کے اوپر ہے چڑھاتا تجھ کو

۲۱ جب تجھے اس گردشِ ارضی سے نکل جائیگا
دور اس دائرۂ و سر پہ اور آئے گا

شاہِ فارس کا اسے قبضہ میں پھر لائے گا
تجھ سے کم دبدبہ و جاہ و حشم پائے گا

بت پارہ ہے تو کم رتبہ جب اس کا ہوگا
نقرئی سینۂ مورت سبب اس کا ہوگا

۲۴۳ شاہِ یونان سے مغلوب ہو شاہِ فارس | تب بجے یونان کی جانب رُخِ راہِ فارس
تاجِ یونان کرے ضبط کلاہِ فارس | قطع ہو جائے خطِ نورِ نگاہِ فارس
دیکھ ٹانگیں جو ہیں تانبے کی۔ بنیں مورت کی | ہو گی یونان کی یہ سلطنت اس مورت کی

۲۴۴ لوہے اور مٹی ملے پاؤں ہیں ہے بھید بڑا | ہو گی ایک سلطنت ایسی ہی زمیں پر برپا
اپنی مضبوطی سے کریگی تسلط ہر جا | اس کے اندر ہو مگر تفرقہ رگڑا جھگڑا
رل کے انسانوں سے وہ آپ کو ممتاز کرے | گردن انداز ہو یہ جب کہ سرافراز کرے

۲۴۵ بعد اس رب کے تجھے خواب میں آیا یہ نظر | بے تراشے ہوئے ہاتھوں کے چلا ایک پتھر
چور مورت کو کیا پاؤں سے کھا کر ٹکر | پھر نہ چاندی تھی نہ تانبا تھا نہ وہ سونے کا سر
لوہا اور مٹی ملے پاؤں بھی اب گم ہوئے | جو کہ کمزوری میں سرگرم تھے سب گم ہوئے

۲۴۶ سلطنت اور وہ اُس وقت کریگا برپا | شاہ شاہوں کا خداوند خداؤں کا خدا
تا ابد نیست نہ یہ سلطنت ابد اصلاً | کوئی قوم اُس پہ نہ قابض ہو ابد تک شاہا
وہ جو ہے سلطنتِ رومہ ثانی بابل | ہو فنا شاہیِ مصلوب سے فانی بابل

۲۴۷ کلوری پہ یہ اُسی جنگ کی ہے تیاری | بعدہٗ تین صدی تک جو رہیگی جاری
راز اس میں بھی تھا شمعون بنا بیگاری | پا کے بپتسمہ اُسے اس میں ملی سرداری
لاکھوں عیسائی اسی آگ میں زندہ جلکر | سرد کر دینگے لہو سے اسے آگے چلکر

۲۴۸ پیشتر کوہِ مقدس پہ چڑھے جب ایک بار | کرتے تھے موسیٰ و الیاس اسی کی گفتار
جمعہ کا روز تھا منگل کی کھچی تھی تلوار | تن تنہا تھا خداوند شیاطین ہزار
کاٹھ پر رکھ کے جو کیلوں سے ٹھکی جڑتے تھے | کوہ کا ملتا تھا دل پتھر اچھل پڑتے تھے

۲۴ چھائی تھی ظلمتِ ظلم آنکھوں میں جو بجلی کی طرح — سُوجھتا تھا تنِ انساں اُنہیں لکڑی کی طرح
کاٹا کرتے تھے فقط اُس کو جو بڑھئی کی طرح — ہاکے گوسالہ بنے تھے وہ قصائی کی طرح
خُون کے چھٹتے ہوئے فوارے نظر آتے تھے — خُون پر خُون کے نظارے نظر آتے تھے

۲۵ تُو ہے کوہِ مقدس جو بنا شعلۂ طُور — کلوری پر شبِ دیجور ہے دن میں وہ ظہور
تھے وہاں موسیٰ و الیاس جلو میں مسرور — ہے یہاں بیکسی و بے بسی! اے حق مانو.
نہ تو پطرس ہے نہ یعقوبؑ یوحنا موجود — آنکھ پھیلا کے جو دیکھا تو تھے دشمن موجود

۲۶ سب تھے بیدرد فقط دردِ بدن تھا ہمدرد — کیلیں زخموں کی تھیں اور بدن کا غم تھا ہمدرد
چوٹ کا رنج تھا - ضربوں کا محن تھا ہمدرد — ایک جھپا منتظرِ گور و کفن تھا ہمدرد
انگلیاں کانوں میں گوشہ میں نہاں بیٹھا تھا — میں ہوں انگشت بدنداں یہ کہاں بیٹھا تھا

۲۷ یُوسف ارمتیہ کا باشندہ و مشہور، مُشیر — تھا تو شاگرد مگر رہتا تھا شہرت پذیر
وہ تو کر سکتا تھا چھٹنے کی مؤثر تدبیر — اُس کی معروض پہ لائق نہ تھی بے تاثیر
چونکہ شہ آں بکند ہرچہ گدا مے گوید — حیف باشد کہ زبانش نہ نکو نے گوید

۲۸ اب بھی تو ہند میں مصلوب ہیں سو دشمن — بدگماں ہندو ہیں مُسلم بھی ہیں سو سے بدظن
اُن کا مُنہ پھیلا ہے اور اُن کا کشادہ ہے دہن — اِتہاموں کے لگاتے ہیں انہیں تیر بلون گھمن
کونسلوں تک میں ہے ہم سے رسائی جن کی — بدلیں رُخ سامنے رد کر دیں کہانی اُن کی

لیکن افسوس کہ یُوسف کی سی سیرت رکھکر — رکھتے ہیں مادۂ ہیہ دل میں ودیعت رکھکر
موقف کب کام میں لا سکتے ہیں موقت رکھکر — کچھ تو غیرت ہو مسیحانہ طبیعت رکھکر
طعنِ تحریرِ مخالف جو کبھی سنتے ہیں — بند کر وائے مُسلماں اُسے چھوڑتے ہیں

۵۵ ہرگز عقوبا سے کرتے تھے جلاد ستم — وہ شناگر، تو موجود نہ تھے، ہم کو بھی
[illegible] کی نہیں کچھ بھی پروا نہ ہوتی — نالہ کرتی تھیں [illegible] انگوٹھے بہاتی تھیں ندی
قبروں سے ہوتے تھے پونک [illegible] بانگ اٹھے — شور [illegible] ہوتا یا ماتم کے [illegible]

۵۶ کر لیا کام بڑائی کا جو حدادوں نے — باقی شدت نہ کوئی رہنے دی شدادوں نے
کریں بیداد جو کر سکتے تھے بیدادوں نے — پھر پسلیاں سب کی کھٹکا دی جلادوں نے
آ ذرا دیکھ تو تصویر مجسم غم کی — سانپ نے کاٹ لی ایڑی پسر آدم کی

۵۷ مار کر سانپ کا سر یہ ہے کچلنے والا — لاکھ پھن ملے مگر یہ نہیں ٹلنے والا
آگے کالے کا چراغ اب نہیں جلنے والا — لیکے دم اس کا ہے دم اس کا نکلنے والا
پڑھ کے اونچے پہ عجب شان سے آتا وہ ہے — شادیانے اسی نوبت کے بجاتا ہے

۵۸ تھا خلاف اپنے شریعت کا جو یہ دستاویز — اس میں فتوی لکھا بڑا قتل خونی خونریز
تھا یہ داور محشر میں قلم کار و تیز — جس سے تھی جانے مفر اور نہ کوئی راہ گریز
کاٹھ پہ اس کو جڑا کیلوں سے مل انکے چڑھ کر — کیوں قدم اس کے نہ لوں سر میں آگے بڑھ کر

۵۹ تھا یہ مینے کو پیالہ غم عالم سے بھرا — درد و رنج سے تکلیف سے ماتم سے بھرا
صبر سے حلم سے برداشت سے دم خم سے بھرا — طعن کے نیزوں سے تشنیع کے بلم سے بھرا
بھر دیا اپنے لہو سے اسے خالی کر کے — ہم نہیں آب حیات اس سے ابھی مر کے

۶۰ ٹو نے جب ٹھونکے تھے ہاتھوں میں کیلیں اعدا — کی تھی درخواست معافی عوض وا ویلا
اے خداوند یہی فیض ہمیں بھی ہو عطا — تاکہ عدا کے لئے ہم بھی کریں دل سے دعا
گو یہ آئین عمل میں تو ہے آسان نہیں — ہم میں پیدا ہوا ایسا مگر ایمان نہیں

۲۶ دُکھ کی شدّت ہوئی محسوس اور درد شدید
تھا جو [illegible]
[illegible] کی چپاگی ہوئی نہ تھا اب قابلِ دید
بولا [illegible]
ایلی ایلی لما سبقتنی کا نعرہ کہتا ہوں
کیوں [illegible] تجھے چھوڑا [illegible]

۲۶ اے خدا باپ سے چھوٹے ہوئے ناکردہ گناہ
کافی بہا [illegible]
تو گنہ ٹھہرا۔ نہ تھا گو کہ گنہ سے آگاہ
پہلی [illegible]
پہلے سب چھوڑ کے آپ بھی اب چھوٹا ہے
دونوں باتوں سے حالت [illegible]

۲۶ اے خداوند ان آفات میں آنے کے سبب
باپ سے ترک شدہ کر دیئے جانے کے سبب
روئے پُر نور نگاہوں سے چھپانے کے سبب
کوئی تسکین اس آفت میں نہ پانے کے سبب
اپنے نالوں کے سبب اپنی ہی آہوں کے سبب
چھوڑ دینا نہ تجھے [illegible]

۲۶ بعض حالات میں تشویش و تفکر کے سبب
بعض حالات میں کچھ [illegible] کے سبب
بعض حالات میں بے شور و تصور کے سبب
بعض حالات میں [illegible] و [illegible] کے سبب
سب کچھ ابلیس کے ہاتھوں سے لُٹا جاتا ہوں
خود کو میں دستِ شیاطیں سے چھڑا سکتا ہوں

۲۶ چھوڑ جانے کے تو خطرات سے آگاہ ہے تُو
پست شیطاں گروہوں کے [illegible] سے آگاہ ہے تُو
احتیاجات سے حاجات سے آگاہ ہے تُو
جن میں پڑنے میں ان آفات سے آگاہ ہے تُو
کیسے ہی تجربے ہوں۔ کام آڑے میں آ سکتا ہے
نہ بچے آپ مگر ہم کو بچا سکتا ہے

۲ یوں نہ مجمع تھا کہ تھی خیرِ بشر کی تصلیب
ماں بھی حاضر ہوئی جب اُس کے پسر کی تصلیب
آنکھوں سے دیکھتی تھی نُورِ نظر کی تصلیب
کیوں نہ دل ٹکڑے ہو تھی لختِ جگر کی تصلیب
دیکھ کر ماں کو محبت کی یہ عادت دیکھو
بندوبست اُس کا کیا اُس کی سعادت دیکھو

۲۶۷ ہم میں کتنے ہیں جو ماں باپ کے ہیں نافرمان — مانتے ہی نہیں بدبختی سے اُن کے احسان

دے ہیں اپنا مزاج و دہن و کام و زبان — بولیں تعظیم سے خدمت بھی کریں با دل و جان

یوں ملے عمر درازی سے ہیں بہرہ وری — نسل آئندہ کبھی مانگی حقوق پدری

۲۶۸ آگ زخموں کی جلاتی تھی مگر جسم تھا سرد — خوں ہے سُرخ مگر خون جل جانے سے زرد

مُنہ میں اینٹھی جو زباں تو نہ سکی شاکیٔ درد — حملہ آور ہوئی اب تشنگی مرد نبرد

بولا ہونٹھوں پہ دم آتا ہے پیاسا ہوں میں — خشک تالو ہوا جاتا ہے پیاسا ہوں میں

۲۶۹ سردیا برف ملا پیتے ہیں پانی جب ہم — یاد آتا ہے کبھی بھول گئے اس پیاس کا غم

اجر جو ایک پیالہ کا دے از راہِ کرم — اُس کو ایک گھونٹ بھی پانی نہ ملا ہائے ستم

پانی بیکار گیا کام میں آیا سرکہ — ترش و سرکہ جبینوں نے پلایا سرکہ

۲۷۰ ظالموں نے نہ دیا ایک بھی کیوں بھر کے گلاس — آگ بھڑکی تھی کلیجہ کی بجھا دی پیاس

دیتا وہ آبِ بقا آتے اگر اس کے پاس — کیسے تھے کفر منش کیسے تھے یہ گبر اباس

بربھکے اس پانی سے روح کا پیاسا تو ہے — ہم میں پیدا ہو پیاس اُس کی جو تجھ میں خو ہے

۲۷۱ ایک دو تین گنہگاروں میں کرنے کو شمار — اور دو چور بھی لٹکائے یمین اور یسار

ایک کہتا تھا اگر آپ بھی ہم کو بھی اُتار — دوسرا کہتا تھا خاموش ہو اے خستہ و خوار

ہم میں بد بننے کی ہر ایک سزا پاتا ہے — وہ مگر ہوتے ہوئے نیک سزا پاتا ہے

۲۷۲ مبتلائے غم و آلام مصائب ہو کر — دل سے شرمندہ اقسام معائب ہو کر

اپنے بد کردہ افعال سے تائب ہو کر — عرض کی اُس نے مسیحا سے مخاطب ہو کر

یاد کر مجھکو جلالی میں بنوں تیرے ساتھ — بولے فردوس میں تو آج ہی تو میرے ساتھ

اے شفیعِ دو جہاں قادرِ مطلق تو ہے
عین کمزوری میں ہاں قادرِ مطلق تو ہے

زخموں سے خوں ہے رواں قادرِ مطلق تو ہے
جاں بلب نیم جاں قادرِ مطلق تو ہے

تیرا سانس جو تھا پست ہوا چڑھا اونچے پر
کیا اسی چوب کی خاطر تو چڑھا اونچے پر؟

آپ بچتا تو بھلا اُس کو بچاتا کیسے
تو جو اس راہ نہ جاتا تو یہ آتا کیسے

چور یہ تھا تو اُسے ساہ بناتا کیسے،
ساتھ اپنے اُسے فردوس میں لاتا کیسے

تجھ سے فردوس یہ پاتے ہیں تائب ہو کر
ہم کو بھی ساتھ لے ہم آتے ہیں تائب ہو کر

جو کہ ہونے تھے شریعت کے تقاضے پورے
تھا عدول اُس کی عدالت کے تقاضے پورے

درد کے دکھ کے مصیبت کے تقاضے پورے
باپ کی عام محبت کے تقاضے پورے

کر دیئے تو نے دی آواز ہوا اب پورا
کیا پرایہ بھی آواز "ہوا اب پورا"

بسکہ دشوار تھا اور سخت نہیں اس میں کلام
موت پر کام کے آغاز کا آپہنچا انجام

ہم تھکے ماندوں کو آرام کا بخشا انعام
اور کچھ اس کے عوض ہم کو سنائے احکام

اس محبت کی شریعت پہ عمل ہم بھی کریں
کہہ سکیں ہم بھی کہ اب پوری ہوئی جب کہ مریں

جتنا کرنا تھا کیا کر کے الم چھوڑ دیا
کھا لیا کھانے جو کھانے کو تھا غم چھوڑ دیا

سہہ لیا سہنے کو تھا سہہ کے ستم چھوڑ دیا
سونپ کر روح خدا باپ کو دم چھوڑ دیا

چاک ہے پردۂ ہیکل ہو گریباں بن کر
پھاڑ اس غم سے جگر گوشۂ داماں بن کر

ہو گیا ماتمِ مصلوب میں سورج بھی سیاہ
نور نے نیرِ اعظم کے لی ظلمات کی راہ

بحرِ اسود کی یہ رو رو نے نہیں تھی اتھاہ
ڈوب کر جہ نہ اچھلتی تھی اچھالے نگاہ

کوہ لرزاں تھی زمیں صدمۂ غم سے دیکھا
کھل گئیں قبریں اٹھے مردے عدم سے دیکھا

۲۷ دیکھو وہ کون چلا آتا ہے با دیدۂ نم
جس کے ہمراہ کچھ اشراف میں اور خیلِ خدم
روشناس اُس سے نہیں اُس کو نہیں جانتے ہم
کاغذ ایک ہاتھ میں جس کے ہیں یہ الفاظ رقم
حکم ہے جانچ کے جب شک کا ازالہ کر دو
لاش مصلوب کی یوسف کے حوالہ کر دو

۲۸ ایک سپاہی کو یہ افسر سے ملا حکم۔ ابھی
دیکھ بھال اُس کی کرے مار کے بھالے کی انی
تاک کر اُس نے جو مصلوب کی پسلی چھیدی
پھٹ گیا دل لہو پانی ملی دھار اس سے بہی
چڑھ گیا حکم تو پھر لاش اُتروائی گئی
باغِ یوسف میں جہاں قبر تھی پہنچائی گئی

۲۹ خُفیہ شاگرد تھا ایک اور جو اکثر چھپ کے
ملتا تھا مسیح سے کہتے تھے نقیدیمس اُسے
آگیا وقت پہ خوشبوئیاں کچھ ساتھ لئے
مل کے تب غسل دیا دفن کیا دونوں نے
مُہریں پتھر پہ فریسیوں نے کروا دی تھیں
پہرہ چوکی کے لئے چوکیاں بیٹھا دی تھیں

۳۰ زندگی ہو تو وہ پتھر کو بھی کھا جاتی ہے
کر لے ہضم اینٹ۔ تو کنکر کو چبا جاتی ہے
ہر طریق اپنے لئے راہ بنا جاتی ہے
روکے رُکتی نہیں روکوں کو ہٹا جاتی ہے
اینٹ پتھر کی عمارات پہ اُگتے ہیں درخت
کیا ہے ہملایہ ارارات پہ اُگتے ہیں درخت

۳۱ تیسرے دن سحر اتوار کی آیا بھونچال
زندگی نے دیا پتھر کو لحد پر سے اُچھال
پہرہ والوں کو غش آیا ہوئے مُردہ کی مثال
کہہ دیا جا کے فریسیوں سے سچ سچ احوال
کب وہ ان پاگلوں نے جھوٹ سکھایا سب کو
لاش اُٹھا لے گئے شاگردِ چرا کر شب کو
تڑکے پو پھٹتے ہوئے تھی نہ ابھی تیرگی کم
مگدلینی جسے کہتے ہیں وہ آئی مریم
دہنِ قبر کھلا دیکھ کے بولی ایک دم
کیا ہوئی لاش خداوند کی اے وائے ستم
رونے سے رُک کے جو دیکھا تو فرشتے دیکھے
قبر میں جھک کے جو دیکھا تو فرشتے دیکھے

۲۸ اُس کو آہٹ جو ملی دیکھا جو پیچھے ہٹ کر — گو نہ پہچانا مگر آیا خداوند نظر
پُوچھا کیوں رُوتی ہے؟ بولی کہ نہیں مجھ کو خبر — لے گئے میرے خداوند کے لاشہ کو کدھر؟
بولے تب آپ کہ "مریم"۔ تو وہ پہچان گئی — بولی "رَبُّونی" خداوند کو جب جان گئی

۲۸ پھر اُسی روز سرِ شام تھے شاگرد جہاں — بند دروازہ کئے خوف سے لرزاں و نہاں
رونق افروز ہوئے آپ بھی اِس طرح وہاں — جیسے اِنساں کی نظر شیش محل میں ہو رواں
سدِّ رہ مادّی شے کیا ہو جلالی کے لئے — ایک تھی؛ نہ دوا شفقتِ عالی کے لئے

۲۸ ایک شب جھیل پہ شاگرد گئے بہرِ شکار — لیکن اُن کو نہ ملا کچھ بھی رہے ہیں بار
صُورتِ نورِ سحر صُبح کو اَب تیسری بار — اپنے شاگردوں کو مُنجی نے دکھایا دیدار
پُوچھا کچھ کھانے کو ہے پاس تمہارے کہ نہیں؟ — بولے وہ رات کے جاگے ہوئے ہارے کہ نہیں

۲ سُن کے شاگردوں سے تب بحرِ کرم یُوں بولے — جال ڈالو تو ذرا دہنی طرف کشتی کے
جال جب ڈالا خداوند کے فرمانے سے — مچھلیاں پھنس گئیں اتنی کہ وہ نہ کھینچ سکے
تب تو شاگردوں نے بھی جانا خداوند ہے یہ — دیکھ کر معجزہ پہچانا خداوند ہے یہ

۲ لائے وہ کھینچ کے ساحل پہ بمشکل کشتی — گہری تھی قدرتِ مُنجی کی ندی تھا ندی
ڈُوبی دریائے تحیر میں خرد تھی۔ اُچھلی — آشنائی کی شناسائی نے مُنجی ہے یہی
کھانا پھر کھایا خداوند کے ہمراہ وہاں — سیر و آسودہ ہوئی بھوک کی جو تھی جا وہاں

۲ یُونہی چالیس دن اِس دُنیا میں تھا اُس کا قیام — گاہے شاگردوں میں تھی اُس کی سحر گاہ بھی شام
گاہ برکت دی اُنہیں گاہ کیا اُن کو سلام — زخم بھی اپنے دکھائے کہ نہ لیں شک کا نام
آسماں پر وہ اُٹھا لوٹ کے آنے کے لئے — دے گیا حکم اُنہیں انجیل سنانے کے لئے

۲۹ ہم اُسی زندۂ جاوید کی دیتے ہیں خبر　　کیسے ہی سخت ہوں ان ہند و مسلم کے جگر
زندگی سے ہم اُچھالینگے یہ بھاری پتھر　　پہرہ والوں کی طرح سچ کو نہ بدلیں پہ نزر
یادِ مصلوب کو بھولیں نہ کسی مشکل سے
منّتِ خستہ جگر کی یہ دعا ہے دل سے

منّت (گھنراجپوری)

ختم شد

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں مسٹر ایف نجم الدین پرنٹر کے اہتمام سے چھپا

اشتہار کتب

سلسلہ سلک مروارید

(۱) خداوند کی دعا اور سورہ فاتحہ صفحہ ۲۰ ار ۳ پائی

(۲) قرآن و ابن اللہ صفحہ ۱۶ ۹ پائی

(۳) خداوند مسیح کی صلیبی موت صفحہ ۱۶ ۹ پائی

(۴) قبلہ و نماز صفحہ ۱۲ ۹ پائی

(۵) قادیانی محاسب صفحہ ۲۴ ار ۶ پائی

(۶) مسیحیت کی خصوصیت صفحہ ۱۶ ۹ پائی

(۷) مرزا غلام احمد کے فرزند کی وفات صفحہ ۱۲ ۹ پائی

(۸) شہاب ثاقب صفحہ ۲۰ ار ۳ پائی

ان ۸ ٹریکٹوں کو سلک مروارید کے نام سے کتابی صورت میں ۳۲ پونڈ ولایتی کاغذ پر بھی چھاپا گیا ہے۔ سرورق رنگین اور چکنا ہے اور مصنف کی تصویر بھی شامل کتاب ہے صفحہ ۱۱۲ ۱۰ ار

تصانیف خواجہ

عالمگیر مذہب صفحہ ۳۶ سرورق چکنا اور دیدہ زیب ۳ ر

محمد عربی و مسیح ناصری صفحہ ۹۵ تقطیع ۲۰×۲۶ نہایت دلچسپ اور عالمانہ کتاب ہے۔ ۱۲ ار

موازنہ انجیل و قرآن (زیر طبع)

مطبوعات ایف نجم الدین ماہر

مقررہ وقت۔ آمد ثانی پر ایک پر از معلومات رسالہ۔ صفحہ ۹۶۔ سرورق رنگین ۲ ر

خفیہ شاگرد۔ یہ ٹریکٹ بڑی تعداد میں تقسیم کئے جانے کے قابل ہے صفحہ ۱۶ دوسری ایڈیشن ۶ پائی

زیادہ منتظر۔ آمد ثانی پر مولوی صفدر علی مرحوم کی ایک دلسوز نظم۔ آسمانی رنگ میں لائتی کاغذ پر چھپی ہے صفحہ ۱۶ سرورق رنگین ار ۶ پائی

نیک سامری، پادری واعظ کا مسدس اور مثنوی مع تصویر (بچوں کے لئے) صفحہ ۱۶ سرورق رنگین خط جلی ...... ار ۶ پائی

ذکر مصلوب (مسدس) از جناب منت صفحہ ۵۲ ۴ ر

ستمگر ماں (نظم) صفحہ ۱۶ (زیر طبع) ار

مولود مقدس (نظم) صفحہ ۳۲ .... ۳ ر

یوسفستان (قصہ یوسف) منظومہ منت ار ۶ پائی

ملنے کا پتہ: پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی۔ انارکلی۔ لاہور۔
نارتھ انڈیا ٹریکٹ سوسائٹی الہ آباد۔